بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ نزل احسن الحدیث

بیاد

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ



ہفت روزہ

اہلِ حدیث

لاہور

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث پاکستان کا ترجمان

مسلک اہل حدیث کا داعی

جلد: 44 — ۳ تا ۹ محرم ۱۴۳۵ھ — 8 تا 14 نومبر 2013ء — شمارہ: 43

المملكة العربية السعودية

سعودی عرب نے سلامتی کونسل کی رکنیت کیوں ٹھکرادی۔۔؟؟؟

امریکہ بھارت کو خطے کا تھانیدار بنانا چاہتا ہے

امیر حمزہ ساجد میر حفظہ اللہ

سنتِ نبوی ﷺ

حدیث وسنت کی اہمیت اور مقام ومرتبہ۔۔؟

قرآن وسنت کی روشنی میں

- ہنی مون کی شرعی حیثیت۔۔۔؟؟؟
- جوان شاگردوں سے پردہ۔۔۔؟؟؟
- ایام حیض میں نکاح۔۔۔؟؟؟

دورانِ جنگ اسلامی اخلاقیات۔۔۔؟؟؟

جناب مولانا عبداللہ رحمہ اللہ

درس قرآن

چاند

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُواْ الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَـكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُواْ الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُواْ اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (البقرة:۱۸۹)

''لوگ آپ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ یہ لوگوں (کی عبادت) کے اوقات اور حج کیلئے ہے اور گھروں کے پیچھے سے تمہارا آنا کچھ نہیں بلکہ نیکی والا وہ ہے جو متقی ہو، اور گھروں میں دروازوں میں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق چاند کا تذکرہ کیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے کسی بھی چیز کو فضول اور بے کار نہیں بنایا۔ بے شک چاند کے تو بہت زیادہ فوائد ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے صرف دو فائدوں کا ذکر کیا۔ ایک وقت اور دوسرا حج۔ اس سے وقت کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لئے اوقات کو مقرر کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کو اس کی اہمیت کا زیادہ احساس ہو۔ لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ موجودہ دور میں اللہ پر ایمان والے، اللہ کی عبادت کرنے والوں میں وقت کا احساس نہیں اور وہ اس کے فوائد سے بھی محروم ہیں۔

دوسری جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا وہ حج بیت اللہ ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ یہ ایک بار فرض ہے، گویا ایک مسلمان کو اپنے گناہوں کی معافی کے لئے زندگی میں حج کی صورت میں ایک چانس دیا جاتا ہے اور ایسا بہت سارے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ ان کو اپنی پوری زندگی میں یہ بابرکت نیکی صرف نصیب ہی ایک بار ہوتی ہے اور کتنے لوگ ہیں جن کو اپنی پوری زندگی میں ایک بار بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کو غنیمت جاننا چاہیے اور جس کو بھی جانی و مالی استطاعت ہو اس کو دیر نہیں کرنی چاہیے۔ حج کے تذکرے میں بھی اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا خاص طور پر ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وتزودوا فان خير الزاد التقوىٰ﴾ کہ حج کو جاتے وقت اپنے لئے سفر خرچ ضرور لے جاؤ، پس بے شک بہترین سفر خرچ تقویٰ ہے۔ تقویٰ وہ عمل یا وہ زندگی ہے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ محبت ہو اور اس کی نافرمانی سے نفرت ہو اور جس کو بھی یہ دولت عظمیٰ نصیب ہو گئی، حقیقت میں وہی خوش نصیب ہے۔ تقویٰ کے حصول کے بعد انسان اپنی پسند اور ناپسند کو اپناتا ہے، اس طرح وہ خود غرض نہیں رہتا بلکہ دوسرے لوگوں کے لئے بھلائی اور خیر کا سبب بن جاتا ہے، کیونکہ اس کے خالق و مالک کو خیر پسند ہے، اسی لئے اس نے خیر و بھلائی کا حکم دیا ہے۔

پروفیسر عبدالرحمن لدھیانوی حفظہ اللہ

درس حدیث

نوحہ

عن ام عطية رضى الله تعالىٰ عنها قالت ((اخذ علينا رسول الله ﷺ ان لا ننوح)) (متفق عليه)

''حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے عہد لیا کہ ہم (بین) نوحہ نہیں کریں گی۔'' (بخاری مسلم)

اسلام سے قبل مرنے والے پر عورتیں نوحہ (بین) کرتی تھیں، اسلام نے نوحہ کو ناجائز قرار دیا لہٰذا جب عورتیں رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا اعلان کرتیں اور آپ ان سے بیعت لیتے تو ان سے وعدہ لیتے کہ آج کے بعد بین نہیں کریں گی۔ عورتوں سے اس قسم کا عہد لینے کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کہ دور جاہلیت میں رواج تھا کہ مرنے والے پر عورتیں اکٹھی ہو کر بین کرتی تھیں اور ایک دوسرے کے مرنے والوں پر اجتماعی بین کرتیں حتیٰ کہ نوحہ نہ کرنے والیوں کو طعن کیا جاتا کہ ہم اس کے عزیز کے لئے نوحہ کرنے گئی تھیں وہ جواباً ہمارے ہاں کیوں نہیں آئی۔ میت کے اوصاف بیان کر کے رونا اور زبان سے ایسے الفاظ بولنا جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے نوحہ کہلاتا ہے، اسے رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔ اسی بنا پر خصوصاً عورتوں سے بیعت لیتے وقت ان سے عہد لیتے کہ بین نہیں کرو گی۔. جس طرح عورتوں کے لئے بین منع ہے اسی طرح مردوں کے لئے بھی منع ہے۔ عورتیں نرم دل اور نرم مزاج ہوتی ہیں لہٰذا چھوٹی سی پریشانی یا تکلیف پر رونے لگ جاتی ہیں اور زبان سے بے سوچے سمجھے غلط کلمات کہنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے آپ ؐعورتوں سے وعدہ لیتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میت پر رونے اور بین کرنے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے، یہ عذاب اس شخص کے لئے جو وصیت کر کے مرا ہو کہ میرے مرنے پر بین کرنا۔ اجتماعی یا انفرادی نوحہ جائز نہیں، غم کا اظہار اس انداز میں کرنا کہ اپنے بال نوچے جائیں، اپنی رخساروں کو پیٹا جائے، زبان سے جاہلیت کے الفاظ نکالے جائیں اور اپنا گریبان پھاڑا جائے درست نہیں، ایسا کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت سے خارج قرار دیا ہے۔ غم کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں، دل پریشان ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن زبان سے ایسی باتیں کرنا جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے، گناہ ہے۔ مرثیہ خوانی، نوحہ اور ماتمی جلوس اسلام کا حصہ نہیں بلکہ اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ کی رضا پر راضی ہونا اور مشکل و پریشانی پر صبر کرنا اور زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون، پڑھنا عمدہ صفات ہیں، جنہیں اللہ پسند کرتا ہے۔ بلند آواز میں رونا، زبان سے اللہ کی نافرمانی کے الفاظ ادا کرنا اور غم کے اظہار کے لئے غیر شرعی انداز اختیار کرنا نوحہ کہلاتا ہے جو کہ حرام ہے۔

بلاول کی لایعنی باتیں!

گزشتہ دنوں پیپلز پارٹی کے چیئرمین بلاول بھٹو زرداری سانحۂ کارساز کراچی کی یاد میں منعقدہ تقریب میں خطاب کرتے ہوئے قومی و سیاسی قائدین پر پھبتیاں کستے رہے۔ ان کا خطاب اپنے نانا مسٹر بھٹو کا لب و لہجہ لئے ہوئے تھا اور انہیں کی طرح بازو لہرا کر گفتگو کرتے رہے۔ عمران خان کو ''بزدل خان'' کہا شیر کے بارے میں کہا کہ وہ غریبوں کا خون چوس کر ہی اپنا پیٹ بھرتا ہے۔ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو بھی اپنے سیاسی مخالفین کو ''آلو خان'' اور ''ڈبل بیرل خان'' کہا کرتے تھے۔ یہ عجیب پالیسی ہے کہ ایک طرف بلاول' شیر کو للکار رہا ہے دوسری طرف ان کے والد، شیر کو پکار رہے ہیں۔ قدم بڑھاؤ نواز شریف ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ مسٹر زرداری کا یہ نعرہ ہی پیپلز پارٹی کا پالیسی بیان ہے بلاول خواہ مخواہ گرج رہا ہے۔ زرداری کا یہ نعرہ تو جیالوں پر بجلی بن کر گرا ہے۔ مسٹر بلاول نے اپنی تقریر میں کراچی کو برطانیہ کی کالونی قرار دیا۔ مسٹر بلاول، سیاست میں طفل مکتب کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ ان کی تعلیم و تربیت یورپ کے عشرت کدوں میں ہوئی۔ وہ سیاست کے اسرار و رموز سے کماحقہ واقف نہیں۔ تاہم وہ ایک قومی سیاسی جماعت کے چیئرمین ہیں۔ انہیں ایسی بات نہیں کہنا چاہیے جو پاکستان کے وقار کے منافی اور اس کی حیثیت کو داغدار کرنے کے مترادف ہو۔ انہوں یہ بھی کہا کہ ہماری طاقت عوام ہیں جن سے وہ پہلے بھی دور نہیں رہے اور نہ آئندہ کبھی رہیں گے۔ عوام کی خدمت کے بغیر سیاست اور ملک نہیں چل سکتا۔ پیپلز پارٹی کے قائدین نے گزشتہ پانچ سالہ دور اقتدار میں عوام کی کونسی خدمت کی ہے؟ لوڈشیڈنگ، مہنگائی، بے روزگاری، بدامنی، دہشت گردی، اغوا، ڈکیتی، مایوسی اور کرپشن ایسے بیسیوں مسائل کا ''تحفہ'' دے کر مسٹر زرداری ایوان صدر سے رخصت ہو گئے۔ 18 اکتوبر 2007ء کے حملے میں 177 جیالے جان بحق اور سیکڑوں زخمی ہوئے۔ پھر بے نظیر قتل ہو گئیں۔ کیا ان سب کے قاتل گرفتار کر لئے؟ سندھ میں آج بھی پی پی برسراقتدار ہے۔ سانحہ کارساز کے مجرم کیوں گرفتار نہیں کئے جاتے۔ پھر چیئرپرسن بے نظیر کے قاتلوں کو بے نقاب کیوں نہیں کیا جاتا۔ ان کے قاتل کہاں غائب ہو گئے؟ اس کا جواب مسٹر زرداری اور بلاول کے ذمہ ہے۔ پانچ سالہ دور میں عوام کی خدمت کے کونسے ''کارنامے'' ہیں جن کی بنا پر ۲۰۱۸ء کے عام انتخابات میں کوئی قابل فخر کارنامہ سرانجام دینا چاہتے ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ بلدیاتی انتخابات کے لئے یہ ڈھونگ رچایا جا رہا ہے۔ ورنہ مسٹر زرداری تو سیاست میں سرگرم دکھائی نہیں دیتے۔ بلال اکیلا کیا کرے گا؟ جب کہ وہ پاکستان کے ''دورے'' پر کبھی کبھی آتے ہیں۔ بلاول نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ ۲۰۱۸ء کے انتخابات میں آصف زرداری ''کمان'' اور وہ ''تیر'' ہونگے۔ بلاول تیر تو ہو سکتے ہیں لیکن زرداری کمان نہیں ہونگے کیونکہ وہ تو ہائی کمان ہیں۔ بلاول بھٹو زرداری نے بیک وقت ن لیگ، تحریک انصاف اور متحدہ کو للکار ہوئے کہا کہ خون پینے والے شیر کا شکار کریں گے۔ سونامی کو روکیں گے اور پتنگ بھی کاٹیں گے، شیر کا اعلان تو یہ تھا ۔

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے۔

ہم حیران ہیں کہ بلاول زرداری نے اگر شیر کا شکار، سونامی کو روکنا اور پتنگ کاٹنا تھی تو وہ حالیہ عام انتخابات میں کہاں چھپے بیٹھے تھے۔ سیاسی میدان میں آتے اور خود ملاحظہ کر لیتے کہ پیپلز پارٹی کا الیکشن میں کیا حشر ہو رہا ہے اور پیپلز پارٹی کے جیالے اور لیڈر عوام سے کس طرح منہ چھپائے پھرتے ہیں۔ اگر وہ وقت یورپ کی رنگین شاموں میں گزر گیا تھا تو ضمنی انتخابات میں آ کر پیپلز پارٹی کی گرتی ہوئی ساکھ کو بچا لیتے۔ اب آپ نے بلدیاتی انتخابات میں کیا لینا ہے؟ لوگ انہیں اچھی طرح جان چکے ہیں ع آزمودہ را آزمودن جہل است

بلدیاتی انتخابات میں آخر پیپلز پارٹی کس بنیاد پر لوگوں سے ووٹوں کی طلبگار ہوگی؟ لوگ اب بڑی سیاسی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے پانچ سالہ دور اقتدار میں شریک جماعتوں کو مسترد کر دیا ہے۔ جو بھی عوام کو ریلیف نہیں دے گا اسے عوام سے اچھی توقعات نہیں رکھنی چاہیے!

مدیر اعلیٰ
بشیر انصاری
ایم اے

اس شمارہ میں

ادارت سے جملہ خط و کتابت ایڈیٹر کے نام اور ترسیل زر مینیجر کے نام کی جائے

پتہ
ہفت روزہ ''اہل حدیث''
چوک اہل حدیث (المعروف نبی چوک)
106، راوی روڈ لاہور۔ 54000
فون: 042-37720257 فیکس: 042-37725525
email:weeklyahlehadith@yahoo.com

بدل اشتراک

سالانہ	500/- روپے
ششماہی	300/- روپے
بذریعہ وی پی	535/- روپے
بیرونی ممالک سے	5500/- روپے
فی پرچہ	15/- روپے

سینئر پروفیسر ساجد میر نے مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے لئے ''دلشر پرنٹ ان'' شاہ خالد ٹاؤن جی ٹی روڈ شاہدرہ لاہور سے چھپوا کر 106 راوی روڈ لاہور سے جاری کیا۔

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

حسنِ فطرت کا سراپا آپ ﷺ ہیں
علم و حکمت کا اثاثہ آپ ﷺ ہیں

خُلق کا حاصل اُنھیں اعلیٰ مقام
کامل و اکمل نمونہ آپ ﷺ ہیں

دشمنوں پر جب کبھی قابو مِلا
عفوِ عامّہ کا خزانہ آپ ﷺ ہیں

صورت و سیرت بیاں میں آئے کب ؟
سارے عالَم میں یگانہ آپ ﷺ ہیں

خود خدا اُن پر تو بھیجے ہے دُرود
ساری خلقت میں چُنیدہ آپ ﷺ ہیں

بن کے آئے رحمۃ للعالمین
رحمتِ حق کا حوالہ آپ ﷺ ہیں

ربِّ نفسی جب پکاریں گے سبھی
ساری اُمّت کا سہارا آپ ﷺ ہیں

روزِ محشر ہوں گے وہ پرُسانِ حال
آخری پھر بھی سہارا آپ ﷺ ہیں

عاصمؔ عاصی کو اُن کی آس ہے
مغفرت کا استعارہ آپ ﷺ ہیں

کاوشِ فکر: جناب عبدالرحمٰن عاصم۔ایم۔اے۔میاں چنوں

احکام ومسائل

جناب مولانا ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد مرکز الدراسات الاسلامیہ
سلطان کالونی میاں چنوں خانیوال پاکستان
فون: 065-2663317 موبائل: 0300-4178626
hammad3316@yahoo.com

پردہ میں تخفیف کن عورتوں کیلئے ہے

سوال قرآن کریم میں خاص قسم کی عورتوں کو پردے میں تخفیف کا حکم ہے، وہ کونسی عورتیں ہیں اور پردے میں تخفیف سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت کردیں؟

جواب وہ آیت جس میں پردے کے متعلق کچھ تخفیف کا حکم ہے، اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ''اور جو عورتیں جوانی سے گزری بیٹھی ہوں اور نکاح کی توقع نہ رکھتی ہوں، وہ اگر اپنی چادریں اتار لیا کریں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ زیب وزینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں تاہم اگر وہ پرہیز ہی کریں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔'' (النور: ٦٠)

اس آیت کریمہ میں ''القواعد'' سے مراد ایسی بوڑھی اور عمر رسیدہ عورتیں ہیں، جنہیں بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو اور وہ ازدواجی زندگی کے کام کاج سے فارغ ہو چکی ہوں، نیز وہ اولاد جنم دینے کے قابل نہ رہی ہوں، جنکی جنسی خواہش اس قدر مرچکی ہو کہ اگر کوئی مرد انہیں دیکھے تو اس کے صنفی جذبات میں تحریک پیدا نہ ہو یعنی بوڑھی کھوسٹ عورتیں۔ ایسی عورتوں سے ''وضع ثیاب'' سے بدن کے کپڑے اتار دینا نہیں بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان عورتوں سے حجاب کی پابندیاں اٹھ جاتی ہیں اور کپڑے اتارنے سے مراد حجاب کے کپڑے اتار دینا ہے اور وہ دو ہیں:

(الف) ایک دوپٹہ ہے جس سے عورتیں اپنا سر اور گریبان ڈھانپتی ہیں اور اس کا تعلق گھر کے اندر کی دنیا سے ہے، یعنی بوڑھی عورتیں اگر گھر کے اندر اپنا دوپٹہ اتار دیں تو انہیں رخصت ہے۔ (ب) بڑی چادر، جس کے ذریعے باہر نکلتے وقت اپنی زیب وزینت کو ڈھانپا جاتا ہے، بوڑھی عورتوں کیلئے یہ ضروری نہیں کہ گھر سے باہر نکلتے وقت بڑی چادر سے پورے جسم کو ڈھانپ کر نکلیں۔

قرآنی ہدایت کے مطابق یہ رخصت بھی صرف اس صورت میں ہے جب انہوں نے سنگھار اور میک اپ وغیرہ نہ کیا ہو، اگر ایسی صورت ہو اور انہیں اپنی زیب وزینت کا اظہار مقصود ہو تو پھر انہیں یہ رخصت نہیں ملے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اپنی جنسی کشش کھو جانے کے باوجود بناؤ سنگھار کے ذریعے اپنی ''حیثیت'' کو نمایاں کرنے کے مرض میں مبتلا ہو تو پردہ میں تخفیف سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گی بلکہ انہیں گھر کے اندر دوپٹہ اور باہر نکلتے وقت بڑی چادر یا برقعہ اوڑھنا ہوگا اور انہیں مکمل پردہ کرنا ہوگا۔

قرآن کریم نے یہ بھی تلقین کی ہے کہ اگر بڑی بوڑھی عورتیں اس رخصت سے فائدہ نہ اٹھائیں تو یہی بات ان کے حق میں بہتر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے دیکھنے والے تمام بوڑھے یا متقی نہیں ہوتے بلکہ عرب کا محاورہ ہے:

''ہر گری پڑی چیز کو کوئی اٹھانے والا ضرور ہوتا ہے۔'' ہوسکتا ہے کوئی شہوت کا مارا ہوا اوباش ان سے بھی چھیڑ چھاڑ شروع کر دے، لہٰذا بوڑھی عورتیں بھی اس رخصت کا استعمال موقع ومحل کا لحاظ رکھ کر کریں، بصورت دیگر وہ اس رخصت پر عمل نہ کریں یہی بات ان کے حق میں اور معاشرہ کے حق میں بہتر ہے۔

ہمارا رجحان یہ ہے کہ دور حاضر میں اگر بہت بوڑھی عورتیں بھی پردے میں تخفیف نہ کریں بلکہ بدستور بڑی چادر یا برقعہ کا استعمال کریں تو یہ زیادہ بہتر اور عزت وناموس کی حفاظت کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ (واللہ اعلم)

جوان شاگردوں سے پردہ

سوال میں اپنے گھر میں بچوں اور بچیوں کو قرآن پڑھاتی ہوں، کچھ میرے شاگرد جو جوان ہو چکے ہیں وہ مجھے ملنے کیلئے آتے ہیں، کیا مجھے ان سے بھی پردہ کرنا چاہیے جبکہ میں ان کیلئے والدہ کی جگہ پر ہوں، اس سلسلہ میں ہماری راہنمائی کریں؟

جواب پردہ، عورت کیلئے ایک زینت ہے۔ اس کے متعلق گنجائش طلب کرنے کے بجائے اس کی پابندی کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۴ میں پردہ کا حکم بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے: ''اور جب تمہیں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے رہ کر مانگو۔'' (الاحزاب: ۵۴)

اس آیت حجاب کے نزول کے بعد پردہ اسلامی طرز معاشرت کا ایک حصہ بن گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات امت کے اہل ایمان مردوں کی روحانی مائیں ہیں۔ اب اگر کسی شخص کو اپنی روحانی ماؤں سے کوئی بات پوچھنا ہو یا ضرورت کی کوئی چیز مانگنا ہو تو اسے حکم ہے کہ وہ پردے کے پیچھے رہ کر سوال کرے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آیت حجاب نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا لیا۔ (صحیح بخاری، التفسیر: ۴۷۹۱)

حالانکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص تھے، ان سے بھی پردہ لازمی قرار دیا گیا۔

اس حدیث کے پیش نظر ہماری خواتین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے شاگردوں سے پردہ کریں جب وہ سن بلوغ کو پہنچ جائیں۔ قرآن کریم نے اس کی وجہ بایں الفاظ بیان کی ہے: ''یہ پردہ تمہارے اور ازواج مطہرات کے دلوں کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔''

گویا معاشرہ سے بے حیائی اور فحاشی کے خاتمہ کیلئے پردہ انتہائی ضروری چیز ہے، اس کی پابندی سے مرد اور عورت دونوں کے دلی شک وشبہ سے محفوظ رہیں گے نیز ایک دوسرے کے ساتھ فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ بھی نہیں رہے گا، ازواج مطہرات نے اس پردہ کی پابندی کس قدر کی، اس کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے:

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک آدمی نے کسی دوسرے کی لونڈی سے زنا کیا اور اپنے بھائی کو وصیت کر دی کہ اس لونڈی سے جو بچہ پیدا ہو تو اسے اپنے قبضہ میں لے لینا کیونکہ وہ میرے نطفے سے ہے، فتح مکہ کے موقع پر اس کے بھائی نے اس بچے کو پکڑ لیا لیکن جس گھر میں پیدا ہوا تھا، اس کے بیٹے نے کہا کہ یہ بچہ میرے باپ کی لونڈی کا ہے لہٰذا اس پر میرا استحقاق ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے کے متعلق فیصلہ کیا کہ زانی کیلئے تو پتھر ہیں اور یہ بچہ اس کو ملے گا جس کے گھر پیدا ہوا ہے، چونکہ اس بچے کی شکل وشباہت زانی کے ساتھ ملتی جلتی تھی اس لئے آپ نے حضرت سودہؓ سے فرمایا کہ اگرچہ یہ بچہ تیرا قانونی بھائی ہے لیکن تو نے اس سے پردہ کرنا ہے، حدیث کے الفاظ ہیں کہ اس کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کبھی اس لڑکے کو نہیں دیکھا۔ (صحیح بخاری، البیوع: ۲۲۱۸) اور نہ ہی اس لڑکے نے مرتے دم تک حضرت سودہؓ کو دیکھا۔ (صحیح بخاری، البیوع: ۲۰۵۳)

حالانکہ وہ بچہ حضرت سودہؓ کے باپ کے گھر میں پیدا ہوا اور وہیں پروان چڑھا اور پرورش پائی اس لئے ہمیں بھی پردہ کی پابندی کرنا چاہیے چاہے وہ ہمارے شاگرد ہی کیوں نہ ہوں، ازواج مطہرات کے تلامذہ بھی پس پردہ ہی سوالات کرتے تھے اور ازواج مطہرات پردہ میں رہتے ہوئے انہیں جواب دیتی تھیں۔ (واللہ اعلم)

ہنی مون کی شرعی حیثیت

سوال ہمارے مسلم معاشرہ میں ہنی مون پر بھاری سرمایہ خرچ کیا جاتا ہے، کیا شریعت میں اس کی کوئی گنجائش ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب شادی کی تقریبات میں اسراف وتبذیر کی اسلام اجازت نہیں دیتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''فضول خرچی مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (الانعام: ۱۴۱)

اس سلسلہ میں ہنی مون کی رسم تو غیر مسلموں کی نقالی کرتے ہوئے منائی جاتی ہے جو انتہائی قابل نفرت اور بُرا عمل ہے۔ ہمارے اسلاف میں اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ انہوں نے اپنے علاقہ یا شہر سے باہر جا کر ہنی مون منایا ہو، ہاں اگر کوئی انسان شادی کر کے اپنی بیوی کے ساتھ عمرہ کی نیت سے حرمین شریفین کا سفر کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس کے علاوہ دوسرے ممالک کا سفر کرنا کئی ایک مفاسد کا پیش خیمہ ہے، لہٰذا اس سے ایک مسلمان کو اجتناب کرنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

ایام حیض میں نکاح کرنا

سوال کیا عورت کا ایام حیض میں نکاح ہو سکتا ہے، اس کے متعلق کتاب وسنت میں کیا ہدایات ہیں؟

جواب دوران حیض عورت سے نکاح ہو سکتا ہے کیونکہ عقد نکاح میں اصل اباحت ہے جبکہ حالت حیض میں نکاح کے حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں لیکن نکاح کے بعد خاوند کو طہر تک اپنی بیوی کے پاس نہیں جانا چاہیے کیونکہ ممکن ہے وہ ایسا کام کر بیٹھے جس کی شرعاً اجازت نہیں۔ بہرحال اسے طہر تک انتظار کرنا چاہیے البتہ ہم بستری کے علاوہ بیوی سے لطف اندوز ہونے میں چنداں حرج نہیں۔

ہماری جنگی اخلاقیات

امام مسجد الحرام
فضیلۃ الشیخ
ڈاکٹر صالح بن حمید حفظہ اللہ

مترجم — جناب حافظ محمد سرور —— نظرثانی —— جناب حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ

حمد وثناء کے بعد!

لوگو! میں تمہیں اور خود کو اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں چنانچہ اللہ کا تقویٰ اپناؤ، تم پر اللہ کی رحمت ہو گی۔ جو شخص دنیا کو پہچان لیتا ہے، وہ اس کی آسانی سے خوش اور اس کی آزمائش سے غمزدہ نہیں ہوتا، جس پر شب و روز کی گردش پیہم جاری رہے، اسے ہلاک کر ڈالتی ہے اور جس شخص کو موت کے حوالے کر دیا جائے، وہ اس کے ہاتھوں فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ گزرتی گھڑیاں عمر میں مسلسل کمی کر رہی ہیں۔ صحت مختلف آفتوں کی آماج گاہ ہے، بندے کو ایک دن گزار کر ہی اگلے دن کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے اور سب سے بڑی مصیبت امید کا منقطع ہو جانا ہے۔

چنانچہ اے رحمت الٰہی کے آرزو مندو! اس دن کیلئے تیاری کر رکھو جس میں تمہیں اللہ کی جانب لوٹنا ہے، اللہ کی پکڑ سے بچنے کیلئے اسی کی پناہ کام آتی ہے۔ کس قدر خوش بخت ہیں وہ آنکھیں جو معرفت حاصل کرنے کے بعد چھلک پڑیں۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ (آل عمران:185)

"آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔ کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے، رہی یہ دنیا تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔"

اے مسلمانو! اسباب راحت کی فراوانی کے باوجود انسانیت درد سے دوچار ہے، قومیں آگہی کی ٹیکنالوجی کے باوجود معرضِ ہلاکت میں ہیں اور اتحاد و یگانگی کے ذرائع کی بہتات کے باوجود ممالک بکھرے ہوئے ہیں۔

آج انسانیت اس بات کی شدید ضرورت مند ہے کہ باہمی محبت، رحمت اور عفو ودرگزر کا راستہ اپنائے۔ آج کی دنیا کو اپنے بیشتر دائروں، زاویوں اور تعاملات میں فقدانِ رحم کا سامنا ہے۔ سختی، سنگدلی اور ظلم و جور جیسی صفات موجودہ زندگی کی نمایاں ترین علامتیں بن چکی ہیں۔

اے برادرانِ ایمان! اگرچہ یہ صورت حال بہت سارے اساطینِ سیاست، ماہرینِ اقتصادیات، جنگی سپہ سالاروں اور زندگی کے دیگر دائروں میں کام کرنے والے لوگوں کے ہاں مشکل اور نہ سلجھنے والا عقدہ ہے کہ وہ اپنے معاملات کو اخلاقی بنیادوں اور انسانی ضابطوں پر استوار کریں لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے دین اور ہمارے اسلام کیلئے یہ مشکل کبھی بھی مشکل نہیں رہی۔ بلکہ ہمارے دین کا جوہر، اصل اور غایتِ عظمیٰ ان فرامین الٰہیہ سے بخوبی عیاں ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الانبیاء:۱۰۷)

"اے محمد! ہم نے تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔"

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ﴾ (آل عمران:۱۵۹)

"(اے پیغمبر ﷺ!) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔"

ہمارے دین نے تاریخ میں پیش آنے والے تمام واقعات کا عمدہ، بہترین، منفرد اور خوبصورت طریقے سے سامنا کیا ہے جس سے باہمی معاملہ بندی کے ایسے گراں مایہ آداب سامنے آئے جن کا دوست سے پہلے دشمن نے اعتراف کیا۔ حتی کہ کوئی بھی واقعہ، کوئی بھی مثال، کوئی بھی عمل اور کوئی بھی ردعمل ان بلند پایہ اصولوں اور گراں مایہ آداب سے خالی نہیں۔ خواہ جنگ یا سیاست کے امور ہوں، ظالموں، فاسقوں اور برسر جنگ گروہ کے ساتھ معاملہ بندی کی بات ہو یا عورتوں، بچوں اور دیگر شہریوں کے ساتھ برتاؤ کا قضیہ ہو۔

میرے دینی بھائیو! باتیں بہت ساری ہیں لیکن آج کی یہ گفتگو ہمارے دین میں موجود رحم اور عفو ودرگزر کی خوبی سے متعلق ہے۔ آج اس بات کا تذکرہ ہے کہ جنگی حالات، مخدوش تعلقات اور مسلح پیکار میں ہم کس قدر عمدہ برتاؤ کرتے ہیں۔

اے مستحقین رحمت الٰہی! ہمدردی اور رحم دنیا کے امن و امان، اقوام کی خوش بختی اور افراد کے اطمینان کی بنیاد ہے۔ ہمارے دین کی صفتِ رحم کسی جگہ، وقت، دین یا جنس کیلئے خاص نہیں بلکہ یہ بعثتِ محمدی ﷺ سے قیامت تک آنے والی تمام دنیا کیلئے ہے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الانبیاء:۱۰۷)

"اے محمد! ہم نے تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔"

صفتِ رحم کا ذکر کرتے وقت جنگ کا تذکرہ ناگزیر ہوتا ہے کیونکہ بعض اوقات رحم کا تقاضا ہوتا ہے کہ لوگوں کو ایسی مصلحتیں اور فائدے پہنچائے جائیں جو عام طور پر لوگوں کیلئے ناپسندیدہ اور طبیعتوں کیلئے بوجھ ہوتے ہیں لیکن یہ رحم کی سب سے اہم صورت ہے۔ مثلاً باپ کے دل میں موجود اپنے بیٹے کیلئے وہ رحم جو اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو علم و ادب سکھائے خواہ بیٹے کیلئے یہ چیز باعثِ مشقت ہو۔ اسی طرح مریض کے ساتھ کیا جانے والا وہ رحم کہ جب اس کو کڑوی دوا پلائی جاتی ہے۔ بالکل یہی صورتحال اس ناپسندیدہ جنگ کی ہے جس کیلئے حالات و اسباب تقاضا کریں کیونکہ اس کے احکام، آداب اور اخلاقیات میں صفتِ رحم ہی پوشیدہ ہوتی ہے۔

جی ہاں! ہمارے دین کی رحمت جنگی حالات اور لڑائیوں میں بھی جلوہ گر ہوتی ہے حالانکہ جنگوں کی تباہ کاریاں کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، ان کے نتائج انتہائی ہلاکت خیز اور تباہ کن ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہمارا دین جنگوں کی حوصلہ افزائی کرنے والا نہیں اور نہ مسلح جدل و پیکار کا

حامی ہے بلکہ وہ تو حتی المقدور اسے روکتا اور اس کا دروازہ بند کرتا ہے۔ وہ جنگ کی جانب نہیں بلاتا اور نہ جلدی سے اس میں کود پڑنے کا حامی ہے بلکہ حضورﷺ کا فرمان ہے:

''تم دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت کے طلبگار رہو''۔

اللہ کی کتاب میں جہاں ''حرب'' یعنی جنگ کا لفظ چھ مرتبہ آیا ہے وہاں صلح اور سلامتی کا لفظ ایک سو چالیس مرتبہ آیا ہے۔ غور وفکر کرنے والے کیلئے دونوں اعداد میں پائی جانے والی نسبت مخفی نہیں۔ اسلام میں لڑائی صرف اسی گروہ سے لڑی جاتی ہے جو لڑنے پر تلا ہوا ہو۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ○ وَإِن يُرِيدُواْ أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّهُ هُوَ الَّذِيَ أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ﴾ (الانفال: ۶۱-۶۲)

''اور اے نبی! اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو، یقیناً وہی سننے اور جاننے والا ہے۔ اگر وہ دھوکے کی نیت رکھتے ہوں تو تمہارے لیے اللہ کافی ہے، وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعہ سے تمہاری تائید کی''۔

اللہ جانتا ہے اور اہل ایمان وانصاف بھی آگاہ ہیں کہ مسلمانوں کی لڑائیاں، جنگیں، جہاد اور غزوات وسرایا دنیا کے حصول، مال جمع کرنے، برتری کی خواہش، یا اپنی ملکیتوں کو توسیع دینے کیلئے نہیں تھیں بلکہ ان تمام کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کی ہدایت کا بندوبست کیا جائے، بندوں کو بندوں کی غلامی سے آزاد کروا کے ایک اللہ کی بندگی میں دیا جائے جو تمام لوگوں کا تنہا پروردگار ہے۔ ظلم کا خاتمہ ہو اور مظلوموں کی دستگیری ہو اور یہ سب کچھ رحمت، عفت، اخلاق اور عمدگی کے اعلیٰ طریقے پر چلتے ہوئے کیا جائے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے اور اس سلسلے میں دوسروں کے ساتھ موازنہ ایک بڑی دلیل ہے۔

اے احباب گرامی! جب ہمارے دور میں نرم قوت (Power Soft) کی اصطلاح عام ہو چکی ہے تو ہم پورے اعتماد، وثوق اور افتخار سے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اسلام میں جنگ کے قوانین ہی نرم قوت ہیں۔

دور نبوت کے سرسری جائزے سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ تیئس سال میں سے جنگوں کی اجمالی مدت صرف پانچ سال تک محدود ہے اور ان سالوں اور جنگوں میں مقتولین کی مجموعی تعداد ایک ہزار اڑتالیس سے متجاوز نہیں جن میں ایک بھی شہری شامل نہیں، بلکہ بعض تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ تعداد چند سو سے متجاوز نہیں۔

اب اس اعداد وشمار کا موازنہ دو سابقہ عالمی جنگوں کے ساتھ کریں۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم میں مقتولین کی تعداد سترہ ملین ہے جن میں فوجی اور شہری دونوں شامل ہیں اور دوسری میں ساٹھ ملین لوگ مارے گئے، یوں صرف دو جنگوں کے دوران قتل ہونے والوں کی تعداد ستتر (77) ملین بنتی ہے اور اس کے بعد کی تعداد کو شمار کرنے والے شمار نہیں کر سکتے۔

یہ فرق کیوں ہے؟ اس لئے کہ ہمارا دین جنگ کو پسند نہیں کرتا، بلکہ حسب امکان اس سے اجتناب کرتا ہے اور سوائے اضطراری حالت کے جنگ کا راستہ نہیں اپناتا اور اس میں بھی اس کے مقرر کردہ آداب، شروط اور اخلاق اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا﴾ (الحج: ۳۹)

''اجازت دے دی گئی اُن لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں''۔

﴿وَقَاتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ﴾ (البقرۃ: ۱۹۰)

''اور تم اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں''۔

﴿وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ﴾ (انفال: ۷)

''تم چاہتے تھے کہ کمزور گروہ تمہیں ملے''۔

مسلمان صرف لڑائی پر اتر آنے والوں سے لڑتے ہیں اور پیٹھ پھیر کر جانے والے پر حملہ نہیں کرتے۔

مسلمانوں کے جہاد میں قوت ہے لیکن اس کیساتھ ساتھ اس میں ہمدردی، رحم، عفو ودرگزر اور عفت ہے۔ جنگ کے بھڑک اٹھنے اور لڑائی کے ناگزیر ہو جانے کی صورت میں اسلام اس بات کا حریص ہے کہ جنگ کی مدت طویل نہ ہو اور مسلح نبرد آزمائی کو جلد سے جلد انجام تک پہنچایا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَإِذا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاء حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾ (محمد: ۴)

''پس جب اِن کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو، اس کے بعد (تمہیں اختیار ہے) احسان کرو یا فدیے کا معاملہ کرلو، تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے''۔

مسلمانوں نے ہمدردی کے ساتھ لڑائی کی ہے، عفو ودرگزر کو ذریعہ نصرت بنایا ہے اور برابری کی بنیاد پر جواب نہ دینے میں کامیاب رہے ہیں۔ ہماری تعلیمات ہیں کہ ''بدعہدی نہ کرو، خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو، بوڑھوں، بچوں اور خانقاہوں میں پڑے لوگوں کو قتل نہ کرو اور کوئی درخت نہ اکھاڑو''

اے اہل اسلام! ہمارے نبیﷺ کی شفقت، عفو ودرگزر اور ہمدردی کو دیکھو، تمہارا تعجب دو چند ہو جائے گا، وہی ہمارے لئے نمونہ عمل اور اسوہ ہیں۔ آپﷺ کو اذیت دینے والے اور آپﷺ پر ظلم و زیادتی کرنے والے شخص کے متعلق آپﷺ کا عفو ودرگزر ملاحظہ کیجئے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آتا ہے کہ ایک بدّو رسول اللہﷺ پر تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا جبکہ آپﷺ ایک درخت کے نیچے آرام فرما تھے۔ وہ کہنے لگا کہ اے محمد! تجھے میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا؟ آپﷺ نے فرمایا: ''اللہ'' (یہ سن کر) اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی، پھر آپﷺ نے بڑھ کر اسے اٹھا لیا اور فرمایا: اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ تو بدّو کہنے لگا کہ آپ نرمی کا سلوک فرمائیں۔ آپﷺ نے پوچھا کہ کیا گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں؟ اس نے کہا ''نہیں'' لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ نہیں لڑوں گا اور نہ ہی اس قوم کی معیت اختیار کروں گا جو آپ کے ساتھ لڑے۔ چنانچہ آپﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میں لوگوں میں سے ایک بہترین ہستی کے پاس سے آرہا ہوں۔

اسی طرح جب آپﷺ کو کہا گیا کہ مشرکین کیخلاف بددعا فرمائیں تو آپﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''مجھے لعن طعن کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ کو کہا گیا کہ ''بنو ثقیف کے خلاف بددعا کریں۔'' تو آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! بنو ثقیف کو ہدایت عطا فرما۔ یوں آپ ﷺ نے ان کیلئے بددعا کی بجائے دعا کی۔ (ترمذی)

عدل اگرچہ بڑا عظیم درجہ ہے لیکن رحمت اور عفو ودرگزر اس سے بھی بڑا درجہ ہے۔

رحمت، عفو ودرگزر اور بلند اخلاق کی ایک بہت بڑی مثال یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے منافقین کے نام تک فاش نہیں کئے چہ جائیکہ آپ ﷺ انہیں قتل کرتے یا سزا دیتے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کا طرز گفتگو نام لینے کے بجائے یوں کہنا تھا کہ ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟'' اسلامی حکومت کی بنیادیں محبت، شفقت، بھائی چارے اور باہمی اعانت پر اٹھائی گئیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو قرآن عظیم سے اور نبی کریم ﷺ کی سیرت سے فائدہ پہنچائے۔ آمین!

دوسرا خطبہ

حمد وثناء کے بعد، اے اہل اسلام!

ہمارا دین، دینِ رحمت ہے اور ہمارے نبی محمد ﷺ نبی رحمت ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے اور ایک صاحب ایمان کیلئے پریشان خاطری کا موجب ہے کہ عصر حاضر کی تہذیب اور ذرائع ابلاغ کی منفی طاقتیں مختلف ویڈیو کلپس میں اسے بگاڑ کر پیش کرتی ہیں۔ حالانکہ یہ اہل اسلام کی عادات واطوار اور شریعت کے احکام نہیں ہیں۔ یہ تو ایسے لوگوں کے افعال ہیں جنہیں لڑائی کے مواقع اور جنگی حالات کی کوئی سوجھ بوجھ نہیں۔ پھر ان میں اس قدر شدت اور سختی دکھائی دیتی ہے جو نہ تو ہمارے دین کا حصہ ہے اور نہ لڑائیوں کے بارے میں حضور ﷺ کے ایسے ارشادات ہیں۔ آپ کو نعشوں کا مثلہ اور کٹے ہوئے سر دکھائی دیں گے پھر بعض ویڈیو کلپس میں تو سنگدلی کی انتہاء ہوتی ہے اور پھر اس سارے مواد کو ذرائع ابلاغ پر خوشی کے ساتھ پھیلایا اور نشر کیا جاتا ہے۔

اگرچہ ان مقتولوں میں کچھ واقعی ایسے ہوتے ہیں جو قتل کیے جانے کے مستحق ہوتے ہیں لیکن ہمارے دین میں مثلہ کرنے یا غصے کا اظہار کرنے کی کوئی اجازت نہیں۔ یہ سنگدلی اور شقاوت کے ایسے مظاہر ہیں جن کے اثرات انتہائی خطرناک ہیں اور یہ نوجوانوں، ناپختہ ذہن کے لوگوں اور فہم سے عاری افراد کے چال چلن اور تربیت پر انتہائی برے اثرات چھوڑتے ہیں۔

احباب گرامی! ہمارے دین کی رو سے کوئی بد بخت ہی

امریکہ بھارت کو خطے کا تھانیدار بنانا چاہتا ہے۔ امیر محترم سینیٹر پروفیسر ساجد میر

لاہور:۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے سربراہ سینیٹر پروفیسر ساجد میر نے کہا ہے کہ امریکہ بھارت کو خطے کا تھانیدار بنانا چاہتا ہے۔ اس نے ہمیشہ پاکستان پر بھارت کے مفاد کو ترجیح دی۔ نواز شریف سے ملاقات میں اوبامہ نے بھارتی وکیل کا کردار ادا کیا۔ ڈرون حملوں، ڈاکٹر عافیہ اور مسئلہ کشمیر پر پاکستانی نقطہ نظر پر امریکہ نے سنجیدگی نہ دکھائی تو دونوں ممالک کی مشکلات میں اضافہ ہوگا۔ قوم نواز شریف اور اوبامہ کی ملاقات کے مثبت نتائج کی منتظر ہے۔ مشترکہ اعلامیہ میں مسئلہ کشمیر اور ڈرون حملوں کا تذکرہ نہ ہونا پوری قوم کیلئے مایوس کن ہے۔ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان کو درپیش اصل مسائل کو ملاقات کے ایجنڈہ میں شامل نہ کر کے یہ واضح پیغام دیا گیا کہ امریکہ کو بھارت کی طرف سے پیدا کردہ مسائل کے حل سے کوئی سروکار ہے نہ وہ ڈرون حملوں سے متعلق اپنی پالیسی کیخلاف کوئی بات سننا چاہتا ہے۔ ملاقات میں اٹھائے گئے غیر متعلقہ ایشوز ہماری سفارت کاری کی ناکامی ہے۔ بھارت کی جانب سے اب تک کی گئی کنٹرول لائن کی خلاف ورزیوں اور کراچی وبلوچستان میں بھارتی ایجنسی کے دہشت گردی میں ملوث ہونے کے معاملات سے امریکی صدر کو آگاہ کرنا چاہیے تھا۔ انہوں نے کہا کہ بلاشبہ دہشت گردی کا ناسور ہماری معیشت کی تباہی پر منتج ہو رہا ہے جس پر امریکہ کو اپنی سلامتی کے حوالے سے تشویش ہے تو ڈرون حملوں کی بنیاد پر پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی ہماری سلامتی کیلئے بھی سنگین خطرے کا باعث بن رہی ہے۔ اس کے تدارک کیلئے مشترکہ حکمت عملی طے کرنا اور انٹیلی جنس شیئرنگ پر متفق ہونا دونوں ممالک کے مفاد میں ہے۔ امریکہ کی طرح ہمیں بھی اپنی سلامتی عزیز ہونی چاہیے۔ اگر امریکہ ہماری سلامتی کے تقاضوں کو نہیں سمجھتا تو ہمیں اپنی خارجہ پالیسی کا از سر نو جائزہ لے کر قومی امنگوں کے مطابق پالیسی اپنانا ہوگی۔ دریں اثنا انہوں نے جماعۃ الدعوۃ کے راہنما حافظ سیف اللہ منصور کی ٹریفک حادثہ میں وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔ گوجرانوالہ آمد پر میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے پروفیسر ساجد میر نے مزید کہا کہ پاک امریکہ ملاقات میں وزیر اعظم پاکستان نے دلیرانہ موقف پیش کیا لیکن آسانی سے ہماری بات مانی نہیں جائے گی۔ امریکی صدر کے ساتھ ملاقات کے کوئی فوری نتائج سامنے نہیں آئے اور نہ ہی آنے کی توقع ہے کیونکہ پاکستان جغرافیائی، دفاعی اور سیاسی طور پر طاقت نہیں رکھتا۔ انہوں نے کہا کہ طالبان سے مذاکرات کیلئے شرائط نہیں ہونی چاہئیں۔

رحم اور ہمدردی کے جذبے سے محروم رہتا ہے۔ جذبۂ رحم، دل کی رقت کا نام ہے جیسا کہ اہل علم کا کہنا ہے کہ ''دل کی رقت ایمان کی علامت ہے''۔ چنانچہ جو شخص رحمت کا طلبگار ہو، اسے چاہئے کہ لوگوں کے ساتھ نرمی اپنائے، اللہ کے بندوں سے حسن سلوک کرے، کیونکہ اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔ حدیث میں آتا ہے: ''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔'' (ابوداؤد، ترمذی)

امام قرطبی رحمہ اللہ اس حدیث پر حاشیہ لگاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''آپ ﷺ نے عموم کا لفظ استعمال کیا تا کہ مخلوق کی تمام اصناف اس میں آ جائیں خواہ نیک ہو یا گناہ گار، بولنے والا ہو یا بے زبان، جنگلی درندے ہوں یا پرندے۔ اس لئے اے رحمت الٰہی کے آرزومندو! اللہ سے ڈرو، اہل ایمان کی شان ایک دوسرے کو ہمدردی کی تلقین کرنا ہے۔ باہمی رحم میں انسانوں اور ملکوں کی اصلاح مضمر ہے۔

''پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی اُن لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلق خدا پر) رحم کی تلقین کی، یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے۔'' (البلد: 17-18)

تحفے میں ملی ہوئی رحمت ونعمت یعنی اپنے نبی محمد ﷺ پر درود وسلام پڑھو۔ تمہارے پروردگار نے اپنی کتاب میں تمہیں اس کا حکم دیا ہے۔

اے اللہ! تمام مسلم فرمانرواؤں کو اپنی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، انہیں اپنے مومن بندوں کیلئے رحمت بنا اور اے رب العالمین! انہیں حق، ہدایت اور سنت پر متحد فرما اور اپنے اور ان کے مشترکہ دشمن کے خلاف ان کی مدد فرما۔

اے اللہ! ہمیں توبہ اور اِنابت کی توفیق عطا فرما، ہمارے لئے قبولیت کے دروازے وا کر دے۔ ہماری فرمانبرداریاں اور دعائیں قبول فرما، ہمارے اعمال سدھار دے، ہماری خطائیں مٹا ڈال، ہماری توبہ قبول فرما اور اے ارحم الراحمین! ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ آمین یا رب العالمین!

سعودی عرب اور سلامتی کونسل کی رکنیت

تحریر: سینیٹر پروفیسر ساجد میر (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان)

پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے بعد مستقبل میں جنگوں کی روک تھام اور امن و استحکام کے مقاصد کے تحت عالمی سطح پر ایک تنظیم کی ضرورت محسوس کی گئی، چنانچہ 25 اپریل 1945 میں اقوام متحدہ کا چارٹر تیار کر کے اکتوبر 1945 میں اس کی باقاعدہ بنیاد رکھ دی گئی جس کے تحت ہر ملک کو برابری کا حق دے کر اسکی حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کیا گیا۔ غریب اور پسماندہ ممالک کی ترقی کے لیے اقدامات کے عزم کے ساتھ تمام اقوام کو دفاع کا حق دیا گیا۔ لیکن تشویش ناک امر یہ ہے کہ آج یہ ادارہ 70 سال کے بعد بھی اپنے مقاصد کے حصول میں مسلسل ناکام دکھائی دیتا ہے اور اسکے دوہرے معیارات کی وجہ سے خاص طور پر مسلم ممالک میں بے چینی اور ہیجان پایا جا رہا ہے۔ امریکہ اور مغربی اقوام کے تسلط کی وجہ سے اقوام متحدہ کا کردار نہ صرف محدود ہو کر رہ گیا ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو وہ اپنے چارٹر کو بھی سرنڈر کر چکی ہے۔

اقوام متحدہ اور عالمی برادری کا دوہرا معیار مثلاً مظلوم فلسطینی دہشت گرد اور ظالم اسرائیلی امن کے علمبردار۔ فلسطین میں اسرائیلی جارحیت کی داستان اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ اسرائیل کے وجود کی داستان۔ مگر عالم انسانیت کے لیے تشویشناک بات یہ ہے کہ جوں جوں وقت بڑھتا جا رہا ہے اسرائیلی سفاکیت اسی قدر سنگین رخ اختیار کرتی جا رہی ہے جس کے نتیجہ میں فلسطین کے مفلوک الحال عوام بے سروسامانی اور بے چینی کے عالم میں زندگی گزار رہے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں اسرائیلی درندے کسی خاندان کو تباہی سے دوچار کر کے اس کے مستقبل کو تاریک نہ کر دیتے ہوں۔ بعض اوقات تو فلسطین کے نہتے و معصوم باشندوں پر اس شدت سے حملے کیے جاتے ہیں کہ آناً فاناً سیکڑوں افراد لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ آئے دن بچشم خود اس سفاکیت کا مظاہرہ فلسطینی عوام کی زندگی کی توقعات کے تمام تر محل زمیں بوس کر دیتا ہے اور وہ مستقبل کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنے کی بجائے موت کا انتظار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

اقوام متحدہ کے وجود میں لانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ جب بھی دنیا کے کسی حصہ میں بڑے پیمانہ پر شورش برپا ہو یا دو ملکوں کے درمیان تصادم و کشمکش کی صورت حال پیدا ہو تو یہ جماعت انصاف کی بنیادوں پر قیام امن کی پوری جدوجہد کرے اور اگر کوئی ملک متعدد کوششوں کے باوجود بھی اپنے مظالم جاری رکھے تو اس کے خلاف سخت موقف اختیار کرے اور ٹھوس قدم اٹھائے۔ لیکن اقوام متحدہ نے اپنی اس ذمہ داری کو نہ کل نبھایا اور نہ وہ آج نبھا رہی ہے۔

فلسطینیوں کے حوالے سے یو این او کے موجودہ اور سابقہ کردار پر نظر ڈالی جائے تو مایوسی ہی ہوتی ہے۔

یہ ادارہ پوری دنیا کی نمائندگی کرنے کے باوجود فی زمانہ امریکہ و برطانیہ کے شکنجوں میں جکڑا ہوا ہے۔ اس نے عرب کے قلب میں یہودیوں کو بسا کر پوری عرب دنیا کو سرد جنگ میں جھونک دیا تاکہ وہ ایک پل کے لیے بھی سکون حاصل نہ کر سکیں۔ آج اس مقصد کے تحت مسئلہ فلسطین کو زندہ رکھا جا رہا ہے۔ اگر اس عالمی تنظیم کا صحیح استعمال کیا جاتا، ہر ایک کیساتھ انصاف کا معاملہ ہوتا تو بلاتفریق اقوام و ممالک اس تنظیم سے سبھی کو ان گنت فوائد حاصل ہوتے۔ اسی طرح کشمیر کے مسئلہ پر اقوام متحدہ سمیت انسانی حقوق، آزادی اور جمہوری اقدار کا چرچا کرنے والے تمام بین الاقوامی اداروں کی سرد مہری، انکے حق خودارادیت کی جدوجہد اور بھارتی حکومت کی جانب سے انسانی حقوق کی مسلسل خلاف ورزیوں پر یک گونہ لاتعلقی اختیار کر رکھی ہے اور ان اداروں کا دوہرا معیار کسی سے چھپا ہوا نہیں۔

پندرہ ارکان پر مشتمل سلامتی کونسل کے پانچ ارکان نے اپنے تسلط کی وجہ سے فسطائیت کی بدترین مثال قائم کر رکھی ہے اور دنیا کی گردن پر مسلط نظر آتے ہیں۔ باقی دس ارکان جو دو دو سالوں کے لیے منتخب ہوتے ہیں ان کا دورانیہ پورا ہونے پر انہیں برخواست کر دیا جاتا ہے اور ان کی جگہ نئے ارکان ممالک کا چناؤ کیا جاتا ہے۔ سلامتی کونسل کے مستقل ارکان، امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس اور چین ہیں جبکہ اس بار جن ممالک کی مدت ختم ہوئی ہے ان میں آذربائیجان، گوئٹے مالا، موراکو، ٹوگو اور پاکستان شامل ہیں۔ ان کی جگہ جن نئے پانچ ملکوں کو چنا گیا ہے ان میں چاڈ، چلی، لتھوینیا، نائجیریا اور سعودی عرب شامل ہیں۔ ان ملکوں نے جنوری 2014 سے اپنی نشست پر براجمان ہونا ہے جبکہ گزشتہ مذکورہ ممالک اپنی نشستیں خالی کر دیں گے۔ یہ تبدیلی برائے نام ہے، درحقیقت اس ادارے کے کل فیصلے انہیں ممالک کی آشیرباد کے متمنی ہوتے ہیں جو یہاں مستقل طور پر مسلط ہیں۔

سعودی عرب پہلی بار اقوام متحدہ کا رکن منتخب ہوا، ایک لحاظ سے یہ اسکی خارجہ پالیسی کا روشن پہلو بھی ہے کہ عالمی ادارے کی اختیاراتی کونسل کی رکنیت حاصل کرنے میں اسے کامیابی ملی لیکن سعودی عرب نے اقوام متحدہ کی تاریخ میں پہلی بار یہ جرأت مندانہ قدم اٹھایا ہے کہ اقوام متحدہ کے مجموعی رویے کے خلاف اس رکنیت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ سعودیہ کا موقف ہے کہ اقوام متحدہ جیسا بین الاقوامی ادارہ اپنے دوہرے معیار کے باعث دنیا میں امن قائم کرنے میں ناکام رہا ہے اور اس کا شام کے معاملے میں مکروہ رویہ قابل مذمت ہے۔ جب تک اقوام متحدہ کے اس ادارے میں عالمی امن کے قیام کی خاطر مناسب اصلاحات نہیں کی جاتیں اس وقت تک سعودی عرب اپنی اس نشست سے دست بردار رہے گا۔ سعودی سرکاری بیان میں اقوام متحدہ کی ناکامیوں کا ذکر کرتے ہوئے مسئلہ فلسطین کے حل میں ناکامی اور مشرق وسطیٰ کو ہتھیاروں سے پاک کرنے میں اور خاص طور پر ایٹمی ہتھیاروں سے پاک کرنے میں ناکامی کو بھی دہرایا گیا ہے۔ سعودی عرب نے یہ الزام بھی عائد کیا کہ اقوام متحدہ نے شامی حکومت کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے کہ وہ اپنے عوام کو کیمیائی ہتھیاروں سے قتل کرتی رہے اور اس پر کوئی پابندی بھی نہیں لگائی گئی۔

حقیقی بات تو یہ ہے کہ جب بڑی طاقتوں کے مفادات پر ضرب لگنے والی ہوتی ہے تو سب ضابطے،

قاعدے، اصول، قوانین حتیٰ کہ اخلاقیات تک دھرے کے دھرے رہ جاتے جبکہ چھوٹی اقوام کے معاملے میں سلامتی کونسل خاموش تماشائی بن کر رہ جاتی ہے۔ مشرقی تیمور میں دو عیسائیوں کے قتل کے باعث اسے انڈونیشیا سے کاٹ کر الگ ملک بنا دیا اور راتوں رات اسے اقوام متحدہ کی رکنیت بھی دے دی اور یہی حسن سلوک سوڈان کی اسلامی ریاست کے ساتھ بھی کیا گیا۔ افغانستان، شیشان، برما، اریٹیریا، مصر اور شام میں اقوام متحدہ کا دوہرا معیار بھی سب کے سامنے ہے۔ ان حالات میں سعودی عرب کی قیادت لائق تحسین اور باقی ممالک کے لیے قابل تقلید ہے کہ اس نے انسانیت کا استحصال کرنے والے ادارے کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا ہے۔ ہم سعودی عرب کی اس جرأت کو سلام پیش کرتے ہیں۔

امریکہ کے عراق، افغانستان اور لیبیا پر حملہ کو غیر درست، ظالمانہ اور شرمناک حملہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس پر یواین او خاموش دکھائی دیتا ہے، اس سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ جب امریکی افواج نے 2.4 ملین عراقیوں کو خود ان کے ہی ملک میں بے گھر کر دیا تھا، اس وقت حقوق انسانی کی کونسل کہاں تھی؟ یہاں بھی اسکا کردار انتہائی مایوس کن ہے۔ امریکہ، روس، فرانس اور چین سمیت سینکڑوں چھوٹے بڑے ممالک پر مشتمل تنظیم اقوام متحدہ نے فلسطین اور اسرائیل کے درمیان برپا معرکہ آرائی پر جس عدم توجہی کا مظاہرہ کیا ہے اور فلسطینی عوام پر جاری تشدد پر خاموشی اختیار کر کے درپردہ جس شاطرانہ انداز سے اسرائیل کی پشت پناہی کی ہے اس نے اس مسئلہ کو اور زیادہ پیچیدہ بنا دیا ہے۔

سعودی عرب کا احتجاج اپنی جگہ درست اور ہمت افزا ہے تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دنیا کے پچھے ہوئے ممالک کو کھڑے ہونے کی دعوت دیں، تیسری دنیا کے ممالک کو ہمنوا بنا کر کھڑا کریں اور اپنی بات منوائیں۔ ہمارا یہ ہدف ہونا چاہیے کہ سلامتی کونسل میں مسلمانوں اور تیسری دنیا کے لیے ممبر ملکوں کی تعداد کے تناسب سے نشستیں طلب کی جائیں۔ ہمیں یہ موقف اختیار کرنا چاہیے کہ کسی بھی ممبر ملک کے پاس ویٹو پاور نہیں ہونی چاہیے، اگر ویٹو پاور کا مکمل خاتمہ نہیں تو کم از کم ویٹو کے اختیار کو ہر صورت میں محدود کر دینا چاہیے، اس کے استعمال پر پابندی ہونی چاہیے تاکہ ویٹو پاور کا استعمال استحصال کا ذریعہ نہ بنے۔

موجودہ صورتحال تشویش ناک ضرور ہے تاہم ہمیں ناامید بھی نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے پاس تیسرا کوئی راستہ نہیں رہا یا تو ہم ڈٹ کر کھڑے ہو جائیں یا مغرب کے رنگ میں رنگے جائیں اور جو وہ چاہتا ہے کرتے رہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہمیں اللہ اور امریکہ میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔

سعودی عرب نے بلاشبہ سلامتی کونسل کی رکنیت ٹھکرا کر جرأت وغیرت کا مظاہرہ کیا ہے لیکن ہم مصر کے حالیہ معاملات کے بارے میں بھی سعودی قیادت کی طرف سے اسی بصیرت اور جرأت کی توقع رکھتے ہیں۔ مصر میں اخوان کی حکومت کی بعض کارروائیاں اور پالیسیاں گو محل نظر تھیں تاہم فوج کی طرف سے اس کا تختہ الٹنے اور اخوان المسلمون پر ڈھائے جانے والے مظالم قابل مذمت ہیں اور اس سلسلے میں سعودی عرب اور تمام مسلم ممالک کی پالیسی زمینی حقائق کو دیکھ کر وضع کرنے کی ضرورت ہے۔ اسرائیل کے سامنے بھیڑ بکری بن کر رہنے والی مصری فوج کا اپنے ہی عوام کو فتح کرنا اور ان پر ظلم وستم ڈھانا ہر حال میں قابل مذمت ہے۔ ●

بقیہ: حدیث وسنت

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے قاضی ابوبکر بن حزم خزرجی انصاری (م ۱۲۰ھ) جو بہت بڑے جلیل القدر عالم اور علم قضاء کے ماہر اس وقت مدینہ کے گورنر اور قاضی تھے۔ ان کو حدیث کی تدوین کی طرف توجہ دلائی اور ان کو لکھا:

((انظر ما کان من حدیث رسول اللہ ﷺ فاکتبهٔ لی فانی خفت دروس العلم وذهاب العلماء)) (صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم)

''نبی اکرم ﷺ کی جو حدیثیں تم کو ملیں ان کو تحریری شکل میں لے آؤ۔ اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ علم حدیث مٹ جائے گا اور علماء رخصت ہو جائیں گے۔''

گورنر مدینہ کے علاوہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی حکومت کے دوسرے گورنروں کے نام بھی سرکلر جاری کیا۔ حافظ ابونعیم اصبہانی اپنی کتاب ''تاریخ اصبہان'' میں لکھتے ہیں:

((کتب عمر بن عبدالعزیز الی الآفاق انظروا حدیث رسول اللہ ﷺ فاجمعوهٔ)) (مقدمہ تعلیق .... ص ۱٤)

''عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے دور دور ملکوں کو یہ حکم بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں تلاش کر کے جمع کرو۔''

چنانچہ تمام گورنروں اور علمائے کرام نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس حکم کی تعمیل کی۔ حافظ ابن عبدالبر قرطبیؒ نے اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں امام ابن شہاب زہری کا یہ قول نقل کیا ہے:

((امرنا عمر بن عبدالعزیزؒ بجمع السنن فکتبناها دفتراً دفتراً فبعث الی کل ارض لهٔ علیها سلطان دفترا)) (جامع بیان العلم باب ذکر الرخصة فی کتابة العلم)

''ہم کو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا، ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے پھر انہوں نے ہر اس زمین کو جہاں ان کی حکومت تھی، ایک ایک دفتر بھیج دیا۔''

منکرین حدیث کا یہ اعتراض کہ حدیث کی تدوین زمانہ نبوی سے ایک سو پچاس سال بعد ہوئی، صحیح نہیں ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب بنام مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے اس فقرے کے معنی کہ ''حدیث کی تدوین ہجرت کے ڈیڑھ سو برس بعد ہوئی۔'' اس کا مقصد یہ ہے کہ تصنیف وتالیف وکتاب وسنت کی حیثیت میں، ورنہ محض تحریر کتابت کی حیثیت سے زمانہ نبوی ہی میں اس کی جمع و تحریر کا آغاز ہو چکا تھا۔ (مکتوبات سلیمانی ص ۱۲۲۔ مکتوب نمبر ۸۱)

مولانا محمد اسحاق سندیلویؒ سابق استاد التفسیر ندوۃ العلماء ومصنف ''اسلام کا سیاسی نظام'' اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ تدوین حدیث کا کام خود نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے شروع ہو چکا تھا۔ خلفائے راشدین کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا جس میں یہ سلسلہ کلیۃ منقطع ہو گیا ہو۔ (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ ص ۳۷)

مولانا عبدالسلام ندوی سابق رفیق دار المصنفین اعظم گڑھ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں فن حدیث مدون ہو چکا تھا اور عمر بن عبدالعزیزؒ نے انہی اجزاء کو ایک مجموعے کی شکل میں جمع کیا۔ (اسوہ صحابہ ۲/۳۱۰)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا کام کتابت حدیث کا آغاز کرنا نہیں تھا بلکہ تحریری اور زبانی روایات کو تلاش کر کے تمام ممالک اسلامیہ کے حدیثی ذخیرہ کو یکجا جمع کرنا تھا اور تدوین حدیث کا جو کام اب تک انفرادی اور شخصی طور پر ہو رہا تھا اس کو قومی اور ملی پیمانے پر کرنا آپ کا مقصد تھا۔

حج کے چند دُروس



جناب ڈاکٹر سجاد الٰہی

انسان کی زندگی میں بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں کہ ابھی ان کی آمد کی خوشی انسان کو مسرور کیے ہوتی ہے کہ ان کے اختتام کا مرحلہ پیش آ جاتا ہے اور انسان ان گزرے ہوئے دنوں کی یاد ہی سے اپنے دل کو بہلا سکتا ہے۔ حج کا مبارک موقعہ بھی ایسے ہی مواقع میں سے ایک ہے۔ حج کے ایام کی آمد کے ساتھ ہی مسلمان کا دل طرح طرح کی نیکیوں کی طرف لپکتا ہے، لیکن دیکھتے ہی دیکھتے یہ مبارک دن رختِ سفر باندھ لیتے ہیں۔ لہٰذا عقل مند انسان وہ ہے جو ان ایام کا فراق تو محسوس کرے لیکن اپنے دامن کو ان مبارک دنوں کے دروس اور فوائد سے محروم نہ کرے۔ حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے، اس سے حاصل ہونے والے دروس اور فوائد ہمہ جہتی ہیں۔ یہ رکن جہاں انسان کے لیے بہت زیادہ اجر وثواب کا باعث بنتا ہے، وہاں زندگی پر بھی اس کے بہت گہرے اور نتیجہ خیز اثرات نقش کرتا ہے۔ حج کے انہی اثرات اور دروس میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

① حج انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کا باعث بنتا ہے۔ حج کے کتنے ہی امور اور اعمال ایسے ہیں کہ وہ بظاہر انسان کی طبیعت پر شاق گزرتے ہیں لیکن انسان انہیں انتہائی لگن اور جذبے کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ ان اعمال کی انجام دہی کے پس منظر میں تقویٰ ایک بنیادی عنصر ہے جو انسان کے لیے ان اعمال کا کرنا آسان بنا دیتا ہے۔ جب انسان ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کر کے عبادت میں اتنی محنت اور جدوجہد کر سکتا ہے تو سال کے بقیہ دنوں میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اسے کیوں عبادت پر مجبور نہیں کرتا؟

② حج کے دوران انسان کی زبان ذکرِ الٰہی سے تر رہتی ہے۔ طواف کرتے ہوئے، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے، عرفات کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے اور جمرات پر رمی کرتے ہوئے انسان ذکرِ الٰہی میں محو رہتا ہے۔ لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے شب و روز کو اس طرح بسر کرے کہ اس کی زبان کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہو۔

③ حج کے موقعہ پر انسان اپنے دل کی تمام تمناؤں، آرزوؤں اور فریادوں کو اپنے مالک کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ وہ ان ایام کا ایک ایک لمحہ غنیمت جانتے ہوئے اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے گھر کی طرف اس وقت پلٹے، جب اس کی تمام دعائیں بارگاہِ خداوندی میں شرفِ قبولیت حاصل کر لیں۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان حج سے فارغ ہو کر یہ سمجھتے ہیں کہ اب انہیں دعا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسے لوگوں کو جاننا چاہیے کہ حج ہمیں اس بات کا درس دیتا ہے کہ ہم اپنے مالک سے اپنا تعلق سال بھر اسی طرح برقرار رکھیں جس طرح ہمارا تعلق اس سے حج کے دوران استوار ہوا تھا۔

④ حج ہمیں تنگی کے بعد کشادگی اور آسانی کے آنے کی بشارت دیتا ہے۔ حج کے موقعہ پر انسان لوگوں کی بھیڑ اور ہجوم دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ اب یہ بھیڑ کبھی چھٹنے والی نہیں، لہٰذا وہ گھبرا کر یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ وہ آئندہ کبھی حج نہیں کرے گا لیکن چند ہی دن گزرتے ہیں کہ حجاج کے قافلے اپنے گھروں کی طرف پلٹ جاتے ہیں اور ارضِ مقدس میں عبادت کرنا اسی طرح آسان اور سہل ہو جاتا ہے جس طرح حج سے پہلے تھا۔

⑤ حج کے موقعہ پر انسان کو طرح طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ کتنے ہی لوگوں کے درشت الفاظ اور دھکم پیل سے اسے تکلیف ہوتی ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے بلند اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاموش رہتا ہے۔ اگر حج کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی ہم رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اسی اعلیٰ ظرفی اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کریں تو ہمارے معاشرے میں موجود بے شمار خرابیاں دم توڑ سکتی ہیں۔

⑥ حج مسلمانوں میں اخوت اور بھائی چارے کے جذبے کو بیدار کرتا ہے۔ مشرق ومغرب کے دور دراز ملکوں سے آنے والے اور یکسر متضاد عادات و اطوار کے لوگ جب ایک ہی میدان میں اکٹھے ہوتے ہیں تو اسلامی اخوت اور دینی بھائی چارے کی صحیح تصویر ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم حج کے علاوہ بھی اسی اخوت اور بھائی چارے کو اپنائیں تا کہ وہ لوگ جو مسلمانوں کے اختلافات پر پھولے نہیں سماتے، ان کی تمام خوشیاں ماتم میں تبدیل ہو جائیں اور ہم اپنی سابقہ عزت اور وقار کو حاصل کر سکیں۔

⑦ مسلمان حج کے تمام اعمال کو ایک متعین مدت میں انجام دیتا ہے۔ وہ ان اعمال کے ادا کرنے میں وقت کی پابندی کرتا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انسان اگر چاہے تو مختصر سے وقت میں وہ انتہائی محنت اور جدوجہد والے کام انجام دے سکتا ہے۔ اگر مسلمان دوسرے ایام میں اسی طرح وقت کی پابندی کو وطیرہ بنا کر اپنے اپنے کاموں میں سخت محنت اور جدوجہد کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا کی امامت کا تاج دوبارہ امت مسلمہ کے سر پر نہ رکھ دیا جائے۔

⑧ حج پر جب مسلمان اپنے گرد وپیش نگاہ ڈالتا ہے تو اسے تمام لوگ ایک ہی رنگ کے لباس اور ایک ہی میدان میں نظر آتے ہیں۔ یہ منظر اسے محشر کے دن کی یاد کی ترغیب دیتا ہے کہ اس دن سب یکساں صورت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے اور ہر کوئی اپنے اعمال کے مطابق جزا یا سزا پائے گا۔

⑨ حج کا موقعہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنے کا درس دیتا ہے اور اسے اس بات کی ترغیب دلاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو بیماری، تنگدستی اور مسافت کی دوری کی وجہ سے اس فریضہ کو ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ موقعہ دیا ہے کہ وہ اس رکن کے ادا کرنے پر اس طرح اپنے مالک کا شکر ادا کرے کہ اس کی ساری زندگی کتاب وسنت کے احکام کے مطابق بسر ہو۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان دروس اور فوائد سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نظامِ ربوبیّت اور اقسامِ ہدایت

تحریر: جناب پروفیسر عبدالعظیم جانباز

جس طرح انسان کے جسمانی وجود کی تکوین وتکمیل کے لیے نظامِ ربوبیت کے حسین وجمیل جلوے پوری آب وتاب کے ساتھ ہر جگہ اور ہر مرحلے پر کارفرما نظر آتے ہیں، یہی رنگ اور ڈھنگ انسان کے شعوری ارتقاء کے نظام میں بھی نظر آتا ہے۔ خلاقِ عالم کے حسنِ ربوبیت نے انسان کی جسمانی ساخت اور پرورش کی ذمہ داری نبھانے کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اسے ایک مرحلہ وار نظامِ ہدایت سے بھی نوازا ہے، جس سے وہ اپنے ہر مرحلۂ حیات پر نہ صرف مختلف ضروریات ومتقضیات کو جانتا اور پہچانتا ہے بلکہ اُن کی تسکین وتکمیل کے لیے مختلف راستے اور وسائل بھی تلاش کرتا ہے۔ وہ جوں جوں عمر کے مختلف اَدوار طے کرتا چلا جاتا ہے اس کی ضرورتیں بدلتی چلی جاتی ہیں، اُن میں تنوع اور تسوع کے ساتھ ساتھ مسلسل اضافہ بھی ہوتا چلا جاتا ہے۔ پہلے سے موجود طبعی ذرائع ہدایت اس کی نئی حاجات اور تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ سوخود بخود اگلی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے نئے دروازے کھل جاتے ہیں اور یوں انسان کا شعوری سفر اپنی منزل کی طرف جاری رہتا ہے۔ اس شعوری پرورش کی ذمہ داری بھی رب کائنات نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور وہ اُس کا آغاز بھی زمانۂ حمل سے کر دیتا ہے۔ پھر یہ سلسلہ پیدائش کے بعد بھی ایک نظم کے تحت مختلف مراحل سے گزرتا ہوا جاری رہتا ہے۔

اللہ رب العالمین نے اپنے نظامِ ربوبیت کا جلوۂ کمال انسانی زندگی کو مختلف قسم کی ہدایتوں سے سرفراز فرما کر دکھایا ہے۔ اگر ماحولیاتی ضرورتیں، تقاضے اور حقائق کی نوعتیں جدا جدا ہوں مگر ذریعۂ ہدایت اور ماہیت ہدایت ایک ہی ہو تو صاف ظاہر ہے کہ یہ تقاضائے پرورش ہے اور نہ روشِ بندہ پروری۔ رب کائنات نے انسان کو بلکہ ہر ذی روح کو اس کے حسبِ حال ذرائع سے نوازا ہے۔ مطالعۂ قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ہدایت بنیادی طور پر درج ذیل پانچ اقسام پر مشتمل ہے، جب کہ آخری قسم ہدایت مزید تین صورتوں میں پائی جاتی ہے:

ہدایت فطری (ہدایت وجدانی)

مولانا شبلی نعمانی اور ابوالکلام آزادؒ اسے ہدایتِ وجدانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ بقول ابوالکلام وجدان کی ہدایت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں ہر مخلوق کی طبیعت میں کوئی ایسا اندرونی الہام موجود ہے جو اسے زندگی اور پرورش کی راہوں پر خود بخود لگا دیتا ہے اور وہ خارجی رہنمائی وتعلیم کی محتاج نہیں ہوتی۔ بچہ انسان کا ہو یا حیوان کا، جونہی شکمِ مادر سے باہر آتا ہے خود بخود معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی غذا ماں کے سینے میں ہے اور جب پستان منہ میں لیتا ہے تو جانتا ہے کہ اُسے چوسنا چاہیے۔ بلی کے بچوں کو ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ ابھی ابھی پیدا ہوئے ہیں، ان کی آنکھیں بھی نہیں کھلی ہیں لیکن ماں جوشِ محبت میں انہیں چاٹ رہی ہے، وہ اس کے سینے پر منہ مار رہے ہیں۔ یہ بچہ جس نے اس دنیا میں ابھی ابھی قدم رکھا ہے، جسے خارج کے مؤثرات نے چھوا تک نہیں، وہ کس طرح معلوم کر لیتا ہے کہ اسے پستان منہ میں لے لینا چاہئیں اور اس کی غذا کا سرچشمہ یہیں ہے؟ وہ کون سا فرشتہ ہے جو اس وقت اس کے کان میں پھونک دیتا ہے کہ اس طرح اپنی غذا حاصل کر لے؟ یقیناً وہ فطری ہدایت کا فرشتہ ہے اور یہی وہ فطری ہدایت ہے جو حواس وادراک کی روشنی نمودار ہونے سے بھی پہلے ہر مخلوق کو اس کی پرورش وزندگی کی راہوں پر لگا دیتی ہے۔

بلاشبہ یہ ربوبیت الٰہی کی فطری ہدایت ہے جس کا الہام ہر مخلوق کے اندر اپنی نمود رکھتا ہے اور جو ان پر زندگی اور پرورش کی تمام راہیں کھول دیتا ہے۔ یہ ہدایت ہر ذی روح کی پیدائش کے ساتھ ہی عطا کر دی جاتی ہے۔

اس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے:

﴿رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾. [طٰہٰ:20:50]

”ہمارا رب وہی ہے جس نے ہر چیز کو وجود بخشا، پھر اس کی رہنمائی کی۔“

ہدایت حسی

ہدایت کا دوسرا مرتبہ حواس اور مدرکاتِ حسی کی ہدایت ہے اور وہ اس درجہ واضح ومعلوم ہے کہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگرچہ حیوانات اس جوہر دماغ سے محروم ہیں، جسے فکر وعقل سے تعبیر کیا جاتا ہے تاہم قدرت نے انہیں احساس وادراک کی وہ تمام قوتیں دے رکھی ہیں جن کی زندگی ومعیشت کے لیے ضرورت تھی اور ان کی مدد سے وہ اپنے رہنے سہنے، کھانے پینے، توالد وتناسل اور حفاظت ونگرانی کے تمام وظائف حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتے رہتے ہیں، پھر حواس وادراک کی یہ ہدایت ہر حیوان کے لیے ایک ہی طرح کی نہیں بلکہ ہر وجود کو اتنی ہی اور ویسی ہی استعداد دی ہے جتنی اور جیسی استعداد اس کے احوال وظروف کے لیے ضروری تھی۔ چیونٹی کی قوتِ شامہ نہایت دور رس ہوتی ہے، اس لیے کہ اسی قوت کے ذریعے وہ اپنی غذا حاصل کر سکتی ہے۔ چیل اور عقاب کی نگاہ تیز ہوتی ہے کیونکہ اگر ان کی نگاہ تیز نہ ہوتی تو بلندی میں اڑتے ہوئے اپنا شکار دیکھ نہ سکیں۔

یہ ہدایت جو حواسِ خمسہ کے ذریعے میسر آتی ہے اس کا ذکر قرآن مجید 'سمع' 'بصر' کے حوالے سے یوں کرتا ہے:

﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾. [بنی اسرائیل:17:36]

”بے شک کان، آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک کے بارے میں باز پرس ہوگی۔“

﴿وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ﴾.

[ملک:68:23]

”اور اس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنایا ہے۔“

ہدایت عقلی

ہدایت عقلی، عقل اور فہم وتدبر سے میسر آتی ہے، اس کا ذکر قرآن مجید قلب، عقل، فؤاد اور تعقل وتدبر کے الفاظ میں کرتا ہے، چنانچہ جابجا ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

تم غور وفکر کیوں نہیں کرتے؟

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ﴾

وہ تدبر اور بصیرت سے کام کیوں نہیں لیتے؟

ہدایت قلبی

ہدایتِ قلبی تزکیۂ نفس کے ذریعے دل کی

صفائی اور باطنی روشنی سے میسر آتی ہے، اس کا ذکر قرآنِ مجید 'علم لدنی' کے الفاظ میں کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

﴿اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾. [الکھف 18:65]

''ہم نے اپنی بارگاہ سے رحمت خاص سے نوازا تھا اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی (یعنی اسرار و معارف کا الہامی علم) سکھایا تھا۔''

یہاں تک ہدایت اور رہنمائی کی جتنی صورتیں بھی بیان ہوئیں سب ظنی تھیں اور ان میں خطا کا احتمال باقی تھا، ان سے حاصل ہونے والا علم یقینی اور قطعی نہیں ہوسکتا۔ اس سے حاصل ہونے والے نتائج خواہ کتنے ہی صحیح کیوں نہ ہوں لیکن غلطی کا امکان پھر بھی باقی رہتا ہے، کیونکہ ان میں انسانی کسب کو دخل حاصل ہے۔

ہدایت ربانی (ہدایت باذنی)

اس کی مزید تین قسمیں ہیں:

1۔ ہدایتِ عامہ:(هداية الغاية).

یہ وہ یقینی ہدایت ہے جو انبیائے کرام کو بصورت وحی عطا ہوتی ہے اور ان کے ذریعے وہ عام انسانوں تک پہنچائی جاتی ہے۔ اس کا ذکر قرآنِ مجید میں یوں ملتا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾. [السجدۃ 32:24]

''اور ہم نے ان میں سے پیشوا یعنی انبیاء مبعوث کر دیئے جو انہیں ہمارے حکم کی رہنمائی عطا کرتے ہیں۔''

اسی طرح ارشاد فرمایا گیا:

﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾. [البقرۃ 2:256]

''بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔''

﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾. [الکھف 18:29]

''پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کردے۔''

ایک اور مقام پر اس ہدایت کا ذکر یوں کیا گیا:

﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾. [الدھر 76:3]

''بے شک ہم نے اسے سیدھی راہ دکھا دی ہے، اب چاہے وہ مان لے یا انکار کردے۔''

یہ ہدایت تمام بنی نوع انسان کے لیے ہوتی ہے۔ اس میں کسی کو امتیاز حاصل نہیں، تمام انبیائے کرام کی دعوت اسی ہدایت پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے قرآن خود کو ''ھدی للناس'' کہتا ہے کہ یہ قرآن تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے۔ یعنی تمام انسانوں کو بلا امتیاز رنگ و نسل نورِ ہدایت مہیا کرتا ہے اور ہر ایک کو جہالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر علم و ہدایت کے اجالوں کی طرف لے آتا ہے۔ یہ ہدایت ہر ایک کو زندگی کا مقصد اور منزل کا شعور عطا کرتی ہے۔ اسے ہدایت عامہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہدایت خاصہ (ہدایۃ التوفیق)

یہ ہدایت ربانی کا دوسرا درجہ ہے، جو ہدایت عامہ کے بعد بالخصوص اہل ایمان کو نصیب ہوتا ہے۔ جو لوگ انبیاء کی دعوت پر ایمان لانے کے بعد سعادتِ اُخروی کی منزلِ مقصود کے حصول کے لیے کوشاں ہو جاتے ہیں انہیں باری تعالیٰ اس خاص ہدایت کی دولت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ یہ ہدایت اس راستے کی مفصل نشان دہی پر مبنی ہوتی ہے جو اصل منزل تک پہنچاتا ہے۔

اس کا ذکر قرآنِ مجید میں یوں ملتا ہے:

﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ﴾. [التغابن 64:11]

''اور جو کوئی اللہ پر ایمان لے آئے اس کے دل کو صحیح رہنمائی عطا کر دی جاتی ہے۔''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ﴾. [یونس 10:9]

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے انہیں ان کا رب ان کے ایمان کے باعث (جنتوں تک) پہنچا دے گا۔''

صاف ظاہر ہے کہ یہ ہدایت کا وہ مقام ہے جو صرف ایمان اور اعمالِ صالحہ کے نتیجے میں سامنے آتا ہے۔

مزید ارشاد فرمایا گیا:

﴿فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾. [البقرۃ 2:213]

''پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ہدایت دی۔''

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾. [العنکبوت 29:69]

''جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان پر اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔''

یہ ہدایتِ عامہ سے بلند ہدایت ہے جو ہر شخص کے لیے مقرر نہیں، یہ صرف انہی لوگوں کے لیے خاص ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا گیا:

﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى﴾. [محمد 47:17]

''اور جن لوگوں نے ہدایت پائی، اللہ نے ان کی ہدایت میں مزید اضافہ کر دیا۔''

ہدایت ایصال (ہدایۃ الایصال):

یہ وہ آخری اور حتمی ہدایت ہے جس میں منزلِ مقصود تک کامیابی و کامرانی کے ساتھ پہنچنے کی قطعی ضمانت عطا کی جاتی ہے۔ یہ ہدایت عام اہل ایمان کے لیے بھی نہیں بلکہ صرف ان مومنوں کے لیے ہے جو تقویٰ کی شرائط کو پورا کرتے ہیں۔ اس میں نہ صرف منزلِ مقصود کی روشنی مہیا کی جاتی ہے اور اس کے راستے کی نشان دہی کی جاتی ہے بلکہ راہِ حق کے مسافروں کو خیر و عافیت کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچا بھی دیا جاتا ہے۔ یہ رہنمائی کی سب سے اعلیٰ صورت ہے جس کی ضمانت قرآنِ مجید کے علاوہ دنیا کی کوئی اور کتاب مہیا نہیں کر سکتی۔

اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ﴾. [محمد 47:5]

''اللہ تعالیٰ عنقریب انہیں اپنی منزل تک پہنچائے گا اور اس کا حال سنوار دے گا۔''

اسی طرح اہل جنت اپنی منزل 'جنت' کو پا کر کہیں گے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا﴾. [الاعراف 7:43]

''سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا۔''

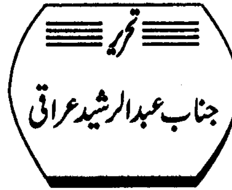
قرآنِ حکیم اپنی رہنمائی کے اس درجے کا ذکر ان الفاظ میں بھی کرتا ہے:

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾. [بنی اسرائیل 17:9]

''بے شک یہ قرآن اس (منزل) کی رہنمائی کرتا ہے جو سب سے درست ہے۔''

ہدایت ایصال کے میسر آ جانے کے بعد گمراہی کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ ●

حدیث وسنت



حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں مبلغ ومعلم اور ہادی بنا کر بھیجا گیا اور دین الٰہی کی آخری کتاب قرآن مجید آپ ﷺ کو عطا کی گئی۔ قرآن مجید ایک واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے۔ اس میں کسی قلم کا غموض وخفا نہیں لیکن اس کے بہت سے احکامات مجمل یا کلیات کی شکل میں ہیں۔ جن کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول وعمل سے فرمائی۔ آپ ﷺ کا کام محض کلام الٰہی کو لوگوں تک پہنچا دینا نہیں تھا بلکہ اس کی تشریح وتبیین بھی آپ ﷺ کے ذمہ تھی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (النحل:۴۴)

''ہم نے آپ کی طرف قرآن کو نازل کیا تاکہ آپ ﷺ جو لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے، اس کو کھول کھول کر بیان کر دیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

اس بات کو ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ حدیث اور سنت ہم معنی استعمال ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور تقریر کا نام حدیث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور رسالت میں بھی اور اس کے بعد بھی ہر دور میں رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کو اسی طرح واجب الاطاعت سمجھا گیا جس طرح قرآن مجید کو سمجھا گیا اور دونوں کو وحی الٰہی تسلیم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم:۳-۴)

''اور نہیں بولتا وہ خواہش نفس سے، وہ تو صرف وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔''

جس طرح قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وحی ہے، اسی طرح حدیث رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن وحی متلو ہے اور حدیث نبوی ﷺ غیر متلو، بالفاظ دیگر قرآن کے الفاظ ومعانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ جب کہ حدیث کے معانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور الفاظ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہیں۔

اطاعت رسول ﷺ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اطاعت رسول ﷺ کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ فرمایا:

﴿مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء:۸۰)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی۔''

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کر رہی ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت اور سنت پر عمل حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہی عمل کرنا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ اس لئے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ پابندی لگائی ہے کہ وہ ہر حالت میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنے پیش نظر رکھیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (النساء:۶۴)

''ہم نے تو رسول اللہ ﷺ کو اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔''

اطاعت رسول ﷺ ایک مسلمان کے لئے رحمت اور کامیابی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (النور:۶۵)

''نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ جب ہر امر میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے گی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوگی۔

اطاعت رسول ﷺ کے ساتھ اسوۂ نبی اختیار کرنے کی ترغیب

اللہ تعالیٰ نے صرف اطاعت رسول ﷺ کا حکم نہیں دیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کو بھی اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (الاحزاب:۲۱)

''بلاشبہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے (ملاقات) کی اور آخرت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرتا ہے۔''

یہ آیت قرآنی صاف بتا رہی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات میں کامیابی کی امید رکھتا ہے اور آخرت کے دن حساب سے بھی ڈرتا ہے اور اس سے بچنا چاہتا ہے، اسے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ بنانا چاہیے۔ یعنی جو کام آپ ﷺ نے کیا ہے یا کرنے کا حکم دیا ہے اس کو کرے اور جس کام کو نہیں کیا یا اس کے کرنے سے روکا ہے، اس کے قریب بھی نہ جائے۔ قرآن مجید نے اس کی دوسری جگہ وضاحت فرمائی ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ (الحشر:۷)

''جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔''

اطاعت رسول ﷺ اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو، اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (آل عمران:۳۱)

''آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

یہ آیت دلیل ہے کہ طریقۂ محمدی کی مخالفت کفر ہے۔ معلوم ہوا کہ طریقۂ محمدی سے اعراض کرنے والا کافر

ہو جاتا ہے۔ صاحب احسن البیان فرماتے ہیں کہ:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ اطاعت رسول ﷺ کی پھر تاکید کر کے واضح کر دیا۔ اب اگر نجات ہے تو صرف اطاعتِ محمدی میں ہے۔ اس سے انحراف کفر ہے اور ایسے کافروں کو اللہ پسند نہیں کرتا، چاہے وہ اللہ کی محبت اور قرب کے کتنے ہی دعوے دار ہوں۔ اس آیت میں حجیت حدیث کے منکرین اور اتباع رسول اللہ ﷺ سے گریز کرنے والوں دونوں کے لئے سخت وعید ہے۔ کیونکہ دونوں ہی اپنے اپنے انداز سے ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں جسے یہاں کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (احسن البیان ص۱۴۰)

مولانا عبدالسلام بن محمد ﷾ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ الرسول یعنی محمد ﷺ کی اطاعت کا مستقل حیثیت سے حکم دیا گیا ہے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد "الرسول" کی اطاعت سنت کی پیروی ہی سے ہو سکتی ہے۔ بعض لوگ غلط فہمی کی بنا پر کہہ دیتے ہیں کہ حدیث وہی حجت ہوگی جو قرآن کے مطابق ہو، حالانکہ قرآن کے متعدد مواقع پر حدیث کو مستقل دلیل اور شریعت کے ماخذ کی حیثیت دی گئی ہے۔ لہٰذا قانون کا ماخذ قرآن و حدیث دونوں قرار پائیں گے۔ حدیث میں قرآن سے زائد حکم تو ہو سکتے ہیں مگر کوئی صحیح حدیث قرآن کے خلاف نہیں۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے تو یہ اس کی عقل و فہم کا قصور ہے یا اس کی نیت کا قصور۔ (تفسیر القرآن الکریم: ۲۵۱/۱)

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہو رہی ہے کہ سنت رسول ﷺ سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اس لئے ہر مسلمان کو ہر معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنی چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہمارے شامل حال رہیں۔

[illegible]

قرآن مجید باوجود اپنی جامعیت اور جملہ علوم ضروریہ پر حاوی ہونے کے چونکہ زیادہ تر ایمان و عقائد اور اصول دین بیان کرتا ہے، اس لئے اس کی حیثیت ایک بنیادی قانون اور دستور اساسی کی ہے۔ اس کو تفصیلی شکل دینا اور اس کی دفعات کی وضاحت کرنا دراصل حدیث کا کام ہے۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن

اللہ تعالیٰ نے یہ کام خود رسول اللہ ﷺ کے سپرد کیا جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی وضاحت کی ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (النحل: ۴۴)

"اور ہم نے آپ (ﷺ) پر قرآن نازل کیا ہے تا کہ لوگوں کے لئے جو کچھ نازل کیا گیا ہے۔ آپ ان کے لئے کھول کھول کر بیان کر دیجئے۔"

جو متن خود اپنے بیان کے مطابق محتاج شرح ہو، اگر اس کی شرح ضائع ہو جائے تو بلاشبہ وہ متن بھی (باوجود اس کے اس کا ایک ایک حرف محفوظ ہے۔) ضائع ہونے کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلام نے کبھی بھی قرآن مجید کو حدیث سے آزاد ہو کر نہیں دیکھا۔ حافظ ابن عبدالبر قرطبی اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں لکھتے ہیں کہ "الکتاب احوج الی السنة من السنة الی الکتاب" کتاب اللہ سنت کی اس سے کہیں زیادہ محتاج ہے جتنی کہ سنت کتاب اللہ کی محتاج ہے۔"

علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ "سنت قرآن کی شرح و تفسیر ہے۔"

امام شاطبیؒ "الموافقات" میں فرماتے ہیں:

((فکان السنة بمنزلة التفسير والشرح معاني احکام الکتاب))

"پس سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے بمنزلہ تفسیر اور شرح ہے۔"

قرآن مجید کے مطالب و مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

((ليس في السنة الا واصلهٔ في القرآن))

"سنت میں کوئی ایسا بیان نہیں کہ جس کی اصل قرآن مجید میں نہ ہو۔"

آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"اوتيت القرآن ومثله معهٗ" (مسند احمد ۱۳۰/۴۔ رقم الحديث ۱۷۳۰۶)

"مجھے قرآن اور اس جیسی اس کے ساتھ ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔"

یہ حدیث بتاتی ہے کہ حدیث کی حیثیت اسلام میں قرآن مجید کی طرح ہے اور دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہیں۔ آپ ﷺ کا دوسرا ارشاد مبارک ہے:

((ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله)) (موطا امام مالک)

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ دو چیزیں یہ ہیں: ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور دوسری اس کے رسول ﷺ کی سنت۔"

یہ حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ یہ دونوں چیزیں (قرآن و حدیث) ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ اگر ان میں کسی ایک کو بھی چھوڑ دیا گیا تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

سنت نبوی ﷺ روشن ترین شاہراہ ہے جس پر چلنے والا کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے طریقہ کو اپنایا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اسلام ہے اور اسلام کے علاوہ اور کوئی راستہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

ائمہ اربعہ کا طرز عمل

سنت نبوی ﷺ کے بارے میں آئمہ اربعہ یعنی
امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفیؒ (۸۰ھ۔۱۵۰ھ)
امام ابوعبداللہ مالک بن انسؒ ...... (۹۳ھ۔۱۷۹ھ)
امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس، شافعی الہاشمیؒ المطلبی (۱۵۰ھ۔۲۰۴ھ)
امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانیؒ (۱۶۴ھ۔۲۴۱ھ)
نے اپنے اقوال کے مقابلہ میں سنت نبوی ﷺ کو ترجیح دی ہے۔ امام شعرانیؒ نے اپنی کتاب "المیزان" میں امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

"لوگ اس وقت تک ہدایت پر رہیں گے جب تک ان میں علم حدیث حاصل کرنے والے رہیں گے۔ جب حدیث کے بغیر علم حاصل کیا جائے گا تو فساد اور بگاڑ میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

(بحوالہ "سنت نبوی اور ہم" ص۱۰۰)

امام ابوحنیفہؒ کے دو اقوال فقہ حنفی کی کتابوں میں درج ہیں: اذا صح الحديث فهو مذهبي "صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔" اترکوا قولي بخبر الرسول

رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلہ میں میرا قول ترک کردو۔امام مالک بن انس فرماتے ہیں کہ

"جب میرا فتویٰ کتاب اللہ،سنت رسول ﷺ یا قول صحابہ کے خلاف ہوا تو اسے چھوڑ دو اور کتاب وسنت اور قول صحابہ پر عمل کرو۔" (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۳۲)

امام شافعیؒ کا قول ہے کہ

"جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے اور جب میرا قول حدیث کے خلاف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو اور میرا قول دیوار پر دے مارو۔" (بحوالہ سنت نبوی اور ہم ص ۱۰۴)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

((من رد حدیث رسول اللہ ﷺ فھو علی شفا ھلکۃ)) (فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر ص ۹۸)

"جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو رد کیا وہ ہلاکت کے کنارے پر کھڑا ہے۔"

امام احمد بن حنبلؒ کا دوسرا قول ہے:

((لا تقلدنی ولا تقلد مالکا ولا الشافعی ولا الاوزاعی ولا الثوری وخذ حیث اخذ وا)) (اعلام الموقعین: ۲/۱۳۱)

"نہ میری تقلید کرو نہ مالک کی، نہ امام شافعی کی، نہ امام اوزاعی کی اور امام ثوری کی۔ بلکہ دین کے احکام وہاں سے حاصل کرو جہاں سے انہوں نے لئے یعنی کتاب وسنت سے۔"

حدیث کے بغیر قرآن مجید کی بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب تشنہ رہ جاتا ہے

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ قرآن مجید کے بہت سے احکامات مجمل یا کلیات کی شکل میں ہیں اس لئے اگر حدیث نبوی ﷺ کو پس پشت ڈال دیا جائے اور یہ پروپیگنڈا کیا جائے کہ ہمیں قرآن ہی کافی ہے۔حدیث کی ہمیں ضرورت نہیں تو یہ پروپیگنڈا کرنے والے لوگ جاہل ہیں ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب حدیث نبوی ﷺ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، مثلاً

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾ (الحجر: ۸۷)

"یقیناً ہم نے آپ کو سات آیات دے رکھی ہیں جو دہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم بھی دے رکھا ہے۔"

حدیث کے بغیر اس آیت کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ سبع مثانی سے مراد سورۃ فاتحہ ہے،حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((ام القرآن ھی السبع المثانی والقرآن العظیم)) (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الحجر)

قرآن مجید میں بیشتر ایسی آیات ہیں جن کا مفہوم و مطلب حدیث نبوی ﷺ کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا،مثلاً

سورۃ البقرۃ (۵۹،۲۰۴،۲۰۷،۲۳۸،۲۵۸،۲۵۹)

سورۃ الانفال (۷،۴۲)

سورۃ التوبۃ (۴۰،۴۹،۵۸،۱۰۸،۱۱۸)

سورۃ النمل (۲۳) سورۃ الاحزاب (۱۳،۲۶،۲۷)

سورۃ الاحقاف (۱۰) سورۃ المجادلہ (۱)

سورۃ التحریم (۳) سورۃ عبس (۱،۲)

حدیث نبوی ﷺ کا مرتبہ و مقام

آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیرالھدی ھدی محمد)) (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۰۰۵)

"سب سے بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے۔"

جب رسول اللہ ﷺ سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ کا طریقہ بھی بہترین طریقہ ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی اور طریقہ اور اسلوب زندگی بہتر نہیں ہوسکتا تو پھر یہ ضروری ہے کہ ہر بات اور ہر معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو اپنے پیش نظر رکھا جائے۔جس چیز یا کسی کام کے کرنے کا حکم دیں، اس کو بلا روک ٹوک اور بغیر کسی حیل و حجت کے انجام دو اور جس چیز یا کام سے آپ ﷺ منع فرمائیں اس سے فوراً باز آجاؤ اور کسی قسم کی لب کشائی نہ کرو۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ (الحشر: ۷)

"اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ۔"

رسول اکرم ﷺ جو ارشاد فرما رہے ہوتے ہیں وہ صرف پیغام الٰہی ہوتا ہے۔اپنی طرف سے آپ ﷺ کسی قسم کا حک واضافہ نہیں فرماتے،فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم: ۳-۴)

"اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کو فرض عین قرار دیا ہے۔

﴿مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: ۸۰)

"جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (آل عمران: ۱۳۲)

"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

جمہور علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو فرض کیا ہے اور اوامر و نواہی میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اس امت پر کسی کی اطاعت کو فرض قرار نہیں دیا۔"

حدیث کے بارے میں علمائے کرام کے اقوال

حدیث نبوی ﷺ کا دین اسلام میں مرتبہ و مقام کیا ہے۔اس کے بارے میں برصغیر (پاک و ہند) کے نامور علمائے کرام کی تحریریں ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی علم القرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم حدیث شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ شہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضاء و جوارح تک خون پہنچا کران کے لئے تازہ زندگی کا سامان پہنچاتا رہتا ہے۔آیات کا شان نزول اور ان کی تفسیر، احکام القرآن کی تشریح وتبیین، اجمال کی تفصیل،عموم کی تخصیص سب علم حدیث کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح حامل قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت، حیات طیبہ اور اخلاق و عادات مبارکہ، آپ ﷺ کے اقوال و افعال اور آپ ﷺ کے سنن و مستحبات اور احکام و ارشادات سب علم حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں۔اسی طرح خود اسلام کی تاریخ صحابہ کرام ؓ کے

احوال اور ان کے اعمال و اقوال اور اجتہادات و مستفیضات کا خزانہ بھی اسی ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔اس بنا پر اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اسلام کے عملی پیکر کا صحیح مرقع اسی علم کی بدولت مسلمانوں میں ہمیشہ کے لئے موجود و قائم ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت رہے گا۔(تعارف تدوین حدیث مولانا مناظر احسن گیلانیؒ)

مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ

کلام مجید اگرچہ ایک واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے، اس میں کوئی غموض وخفا نہیں لیکن اس میں اسلام کی تعلیمات کی پوری تفصیل اور تمام جزئیات کا احاطہ نہیں ہو سکتا تھا۔اس لئے بہت سے احکام مجمل یا کلیات کی شکل میں ہیں جن کی وضاحت وتشریح اور کلیات سے جزئیات کی تفریع رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول وعمل سے فرمائی۔ آپ ﷺ کا کام محض کلام الٰہی کولوگوں تک پہنچا دینا نہیں تھا بلکہ اس کی تبیین وتشریح بھی تھی۔ نبی ﷺ کی بعثت، اسلام کا ظہور، اس کی تبلیغ، اس راہ کی صعوبتیں، غزوات، اسلام کا غلبہ و اقتدار اور حکومت الٰہیہ کا قیام، اس کا نظام، رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ ﷺ کی سیرت معلوم کرنے کا ذریعہ صرف حدیث ہے۔ اگر اس کونظر انداز کر دیا جائے تو اسلام کی بہت سی تعلیمات اور تاریخ اسلام کے بہت سے گوشے مخفی رہ جائیں گے۔اس لئے احادیث نبوی اسلام اور اسلامی تاریخ کا بڑا قیمتی سرمایہ ہیں اور اس پر ان کی عمارت قائم ہے۔(مقدمہ تذکرہ المحدثین جلداول)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

حدیث نبوی ﷺ ایک ایسی میزان ہے کہ جس میں ہر دور کے معلمین ومجددین اس امت کے اعمال و عقائد، رجحانات وخیالات کوتول سکتے ہیں اور امت کے طویل تاریخی عالمی سفر میں پیش آنے والے تغیرات و انحرافات سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اخلاق و اعمال میں کامل اعتدال وتوازن اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب تک قرآن و حدیث کو بیک وقت سامنے نہ رکھا جائے۔اگر حدیث نبوی ﷺ کا وہ ذخیرہ نہ ہوتا جو معتدل کامل ومتوازن زندگی کی صحیح نمائندگی کرتا ہے اور اگر وہ حکیمانہ تعلیمات نہ ہوتیں جن کی پابندی رسول اللہ ﷺ نے اسلامی معاشرہ سے کرائی تو یہ امت افراط وتفریط کا شکار ہوکررہ جاتی اور اس کا توازن برقرار نہ رہتا اور وہ عملی مثال موجود نہ رہتی جس کی اقتداء کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اس فرمان میں ترغیب دی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱)

''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات اسوۂ حسنہ ہے۔''

اس کے بعد ارشاد فرما کر آپ ﷺ کے اتباع کی دعوت دی ہے:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ (آل عمران:۳۱)

''آپ (ﷺ) کہہ دیجئے! اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔''

یہ ایک ایسا عملی نمونہ ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہے، جس سے وہ زندگی اور قوت و اعتماد حاصل کر سکتے ہیں اور یہ اطمینان کر سکتے ہیں کہ دینی احکام کا زندگی پر نفاذ نہ صرف آسان بلکہ امر واقعہ ہے۔

حدیث نبوی ﷺ زندگی، قوت اور اثر انگیزی سے بھرپور ہے اور ہمیشہ اصلاح وتجدید کے کام، فساد، خرابیوں اور بدعتوں کے خلاف صف آراء اور برسر جنگ ہونے اور معاشرہ کا احتساب کرنے پر ابھارتی رہی ہے اور اس کے اثر سے ہر دور و ہر ملک میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اصلاح وتجدید کا جھنڈا بلند کیا جو کفن بردوش ہوکر میدان میں آئے۔

بدعتوں، خرافات اور جاہلی عادتوں سے کھلی جنگ کی اور دین خالص اور اسلام کی دعوت دی۔ اسی لئے حدیث نبوی ﷺ امت اسلامیہ کے لئے ایک ناگزیر حقیقت اور اس کے وجود کے لئے ایک لازمی شرط ہے۔ اس کی حفاظت، ترتیب و تدوین، حفظ اور نشر و اشاعت کے بغیر امت کا یہ دینی، مذہبی واخلاقی دوام وتسلسل برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔(تاریخ دعوت وعزیمت ۱۷۰/۵)

مولانا بدر عالم میرٹھیؒ

سنت کیا ہے وہ درحقیقت قرآن ہی کی ایک دوسری مفصل شکل ہے۔ اس کے مجملات کی تفصیل، اس کے مشکلات کا بیان اور اس کے مختصرات کی شرح ہے۔ مجملات کی تفصیل سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم میں روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ بلکہ تمام عبادات و معاملات کی کوئی تفصیل ذکر نہیں کی گئی۔سنت اس اجمال کی تفصیل ہے۔ قرآن نے اگر نماز کا حکم دیا ہے تو سنت نے اس کی ایک ایک چیز کی تفصیل بیان کی ہے۔(ترجمان السنۃ:۱/۱۲۵)

حدیث کی تشریعی حیثیت

قرآن و حدیث کا ربط معلوم کر لینے کے بعد اس بارے میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ حدیث کی حیثیت صرف تشریعی حیثیت ہے کیونکہ احادیث کا تمام ذخیرہ قرآن کریم کا بیان اور اس کی شرح ہے۔ پس اگر قرآن کی حیثیت تشریعی ہے تو اس کے بیان کی حیثیت بھی تشریعی ہونی چاہیے۔ یہی عقیدہ صحابہ کرام وسلف صالحین سے لے کر آج تک تمام امت اسلامیہ کا ہے۔ قرآن مجید اپنے ماننے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کو وہ عین دین سمجھیں اور نبی ﷺ کے ہی طرز زندگی کو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ طریقہ حیات تسلیم کریں۔

تدوین حدیث

پہلی صدی ہجری کے اختتام تک اسلام عرب سے باہر عجم کے بہت سے ملکوں پر حکمران تھا۔ لوگ بکثرت دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ نئے نئے مسائل اور حالات سے مسلمانوں کو سابقہ تھا۔ اس وقت فوری ضرورت تھی کہ حدیث وسنت کے سرمایہ کو جو صحابہ کرام اور تابعین عظام سے منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا، اس کو مدون کیا جائے اور وہ علم جو محدثین کرام کے سینوں اور منتشر سفینوں میں تھا اس کو محفوظ کیا جائے۔ ادھر وہ پاک ہستیاں جنہوں نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے احادیث سنی تھیں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے وجود سے بزم عالم خالی ہو رہی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جو پانچویں خلیفہ راشد تھے۔ صفر ۹۹ھ میں منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ جن کی ذات سرتاپا اسلام کا اعجاز تھی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی تھی۔ ان کے مشاہدہ میں یہ بات آئی کہ روافض وخوارج اور قدریہ وغیرہ نئے نئے فرقے سر اٹھا رہے ہیں۔ اس لئے حدیث وسنت کی باقاعدہ تدوین کی ضرورت ہے۔

باقی صفحہ 10پر

یادرفتگان

قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری رحمۃ اللہ علیہ



ترتیب: جناب ابوالاحتشام حمزہ طور

یہ دنیا فانی ہے اور اس میں کسی کو دوام نہیں۔ حتیٰ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی موت سے دوچار ہوئے۔ جو کچھ بھی اس دنیا میں ہے سب کا سب عارضی اور ناپائیدار ہے۔ صرف اللہ کی ذات کو بقاء اور دوام ہے۔ جو بھی دنیا میں آتا ہے وہ عالم رنگ و بو سے رخصت ہونے کے لئے آتا ہے۔ لیکن بعض رخصت ہونے والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اپنی خدمات جلیلہ کے پیش نظر دنیا سے چلے جانے کے باوجود بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ و جاوید رہتے ہیں اور دیر تک ان کی یادیں تڑپاتی اور گرماتی رہتی ہیں۔

آہ! قاضی صاحب مرحوم بھی اسی قسم کے انسان تھے۔ وہ بے شمار خوبیوں اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ علالت و نقاہت کے باوجود تادم آخر اپنی زبان و قلم سے خدمت دین اور تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ ان کی وفات سے دینی، علمی، سماجی اور ادبی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوا وہ تادیر پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔

موت بھی اپنے جلو میں ایک عجیب شان بے نیازی لئے ہوتی ہے، بعض اوقات وہ چمن سے ایسا پھول توڑتی ہے جس سے گلستان کی تمام رونق اور زینت وابستہ ہوتی ہے۔ ہمارے ممدوح کے ساتھ بھی موت نے کچھ اسی قسم کا سلوک کیا۔ احباب جماعت اہلحدیث کے اداس چہروں پہ پژمردگی، دل نزار اور آنکھیں اشکبار ہیں۔

مجنوں جو چل بسا تو جنگل اداس ہے

ان کی زندگی وہ متاع بے بہا تھی جس کا مجھے کوئی نعم البدل نظر نہیں آ رہا۔ بہرحال صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہی سوچ کر صبر ملتا ہے کہ ایک دن ہم نے بھی اس دارِفناء کو خیر باد کہہ کر دار بقاء کی طرف جانا ہے، آخر موت برحق ہے اور ہر نفس نے موت کو چکھنا ہے۔

ذوق! اس بحر فنا میں کشتی عمر رواں
جس جگہ پہ جا لگی وہی کنارہ ہوگیا

قاضی صاحب مرحوم نے اس عالم رنگ و بو میں اپنی عمر کی تقریباً ساٹھ بہاریں دیکھیں۔ تن آسانی اور سہل کوشی کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دیا۔ وہ بڑے جفاکش اور محنتی تھے۔ اسلامی غیرت اور دینی حمیت انہیں ورثہ میں ملی تھی۔ انقلابی شخصیت اور سیمابی طبیعت کے مالک تھے۔ صاف گوئی اور راست بازی ان کی فطرت ثانیہ تھی۔ اظہار حق اور ابطال باطل کے متعلق کسی قسم کی مداہنت کا شکار نہ ہوتے، اس سلسلہ میں نہ ڈرتے نہ دبتے اور نہ جھکتے تھے۔ منافقت اور مداہنت سے انتہائی نفرت تھی۔ خلاف اسلام تحریکوں کا تعاقب اور ان کی گرفت ان کی زندگی بھر کا معمول رہا۔ بے شمار مضامین لکھے اور متعدد کتابیں تالیف کیں۔ قاضی صاحب مرنجاں مرنج، خوش طبع اور بزم آراء بزرگ تھے، انہوں نے بڑی بھرپور زندگی بسر کی۔

قاضی صاحب مرحوم اپنی ذات میں انجمن تھے۔ بالخصوص جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) کی خدمت میں انہوں نے اپنی جوانی، صحت و آرام کی کبھی پروا نہیں کی۔ شب و روز ایک ہی دھن اپنے ذہن پر سوار رکھتے۔ مرحوم جامعہ تعلیم الاسلام کے فنڈ کیلئے دور دراز کے علاقوں کے دورے کرتے اور اس دوران راقم الحروف کے آبائی گاؤں جھوک دادو میں بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ چنانچہ میں ان کی خدمت کرنا اپنے لئے سعادت کا باعث سمجھتا تھا۔ انہوں نے خصوصی محبت اور شفقت کی وجہ سے مجھے جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) میں مدرس کی پیشکش کی جو بندہ نے ان کے احترام کی خاطر قبول کی۔ باوجود اس کے کہ میں اس وقت جامعہ کمالیہ دارالحدیث راجووال میں تدریسی فرائض انجام دے رہا تھا۔ جامعہ میں مدرس کے طور پر کام کرتے ہوئے جب میں اپنے گاؤں سے ہفتہ وار چھٹی کیلئے آتا تو میں ان کے لئے کافی سارے جامن تازہ اتار کر لاتا اور مرحوم ان جامنوں کا انتظار کرتے رہتے بلکہ کئی دفعہ مجھے خود بلا کر کہتے۔ ایک دفعہ حافظ مقصود احمد صاحب جو کہ اس وقت جامعہ میں سینئر مدرس تھے انہوں نے عرب شیوخ کو جامن پیش کئے، انہوں نے جامن کھا کر بہت سی دعاؤں سے نوازا اور خوش ہوئے۔

مرحوم کی کوشش تھی کہ جامعہ تعلیم الاسلام جو کہ ان کے روحانی پیشوا، ولی کامل صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی باقیات صالحات سے ہے، اسے کسی طرح اوج ثریا اور بام عروج تک پہنچایا جائے۔ اس لئے ان کی وفات سے نہ صرف ان کے لواحقین متاثر ہوئے بلکہ ادارہ اور جماعت بھی متاثر ہوئی۔

آخری گزارش! قاضی صاحب چونکہ ایک کامیاب صحافی تھے۔ اس لئے انہوں نے جامعہ کی آواز مؤثر انداز میں لوگوں تک پہنچانے کیلئے مجلہ ''تعلیم الاسلام'' کا اجراء کیا پھر خون جگر سے اس کو پروان چڑھایا۔ اس سلسلہ میں ان کی خدمات لائق صد تحسین ہیں۔ آخر وقت تک اس سے وابستگی کو برقرار رکھا۔

قاضی صاحب ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز منگل بوقت ظہر ہم سب کو سوگوار اور اشکبار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عشاء کی نماز کے بعد نماز جنازہ مرحوم کی وصیت کے مطابق جناب مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے نہایت رقت آمیز اور بھرائی ہوئی آواز میں پڑھائی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔ ● ● ●

طب وصحت

فالج علل وعلاج

تحریر: ڈاکٹر وحکیم محمد عمر فاروق کوندل

زندگی کے ہر لمحہ کیلئے حرکت بے حد ضروری ہے۔ کہا جاتا ہے ''حرکت میں برکت ہے'' جس کا مطلب ہے کہ اگر انسانی اعضاء اپنے تمام تر افعال درست طریقے سے انجام دیتے رہیں تو تندرستی جیسی نعمت سے بھر پور فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ بچے کی پیدائش سے ہی حرکت کا آغاز ہو جاتا ہے۔

بچے کا ٹانگوں اور بازوؤں کی حرکت اسے چاک وچوبند رکھنے اور مسلسل جدو جہد کا درس دیتی ہے۔ انسانی جسم میں نظاموں (Systems) کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ہمارے جسم میں بہت سے نظام کارفرما ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اپنا کام کرنا ترک کر دے یا اس کے فعل میں سستی آجائے تو انسانی جسم روز مرہ کے امور کو احسن طریقے سے انجام نہیں دے سکتا۔

اعصاب ہمارے جسم میں ریڑھ کی ہڈی کا مقام رکھتے ہیں اگر یہ مضبوط ہوں گے اور اپنا کام درست طریقے سے انجام دیں گے تو زندگی بھر پور طریقے سے گزاری جا سکتی ہے۔انسانی جسم کی تمام تر حرکات وسکنات دماغ کے زیر اثر ہوتی ہیں، اس کیلئے خون کا جسم میں مناسب مقدار اور رفتار میں گردش کرنا بے حد ضروری ہے۔

جسم میں شریانوں کے ذریعے خون دوڑتا ہے جب کبھی دماغ کو خون فراہم کرنے والی شریان بند ہو جائے یا پھٹ جائے تو دماغ کو خون کی سپلائی بند ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں دماغ کے جس حصہ کو خون کی یہ سپلائی میسر نہ ہو وہ حصہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔جسم کے وہ حصے جو اس کے زیر اثر کام کرتے ہیں وہ بھی مفلوج ہو جاتے ہیں۔اس طرح جسم بے حس اور طاقت زائل ہو جاتی ہے، طب کی زبان میں اسے فالج کہتے ہیں۔ایسی صورت میں اگر چہرے کے ایک طرف کے پٹھے متاثر ہوں تو منہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے، ایسی حالت کو لقوہ کہتے ہیں۔الغرض یہ کہ انسانی جسم بُری طرح متاثر ہوتا ہے اور حرکت کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔

وجوہات فالج کا حملہ عام مشاہدے کے مطابق زیادہ تر بڑی عمر کے افراد پر ہوتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق خواتین کی نسبت مرد حضرات زیادہ اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔وہ افراد جن کے جسم میں قوت مدافعت کی کمی ہوتی ہے بہت جلد اس مرض کا شکار ہوتے ہیں جس سے ان کے روز مرہ کے معمولات متاثر ہو جاتے ہیں۔ذیل میں فالج کی چند وجوہات کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ ہائی بلڈ پریشر۔ ۲۔ ذیابیطس۔
۳۔ سگریٹ وتمباکو نوشی۔ ۴۔ دماغی چوٹ۔
۵۔ خون میں کولیسٹرول کی زیادتی۔
۶۔ دل کے امراض جیسے اذن وبطن کے درمیان پردے کی خرابی۔ ۷۔ دل کے فعل میں بے ربطی۔
۸۔ وریدوں وشریانوں کے امراض۔
۹۔ شریانوں کی سوزش ۱۰۔ کیلشیم اور میگنیشیم کی کمی۔
۱۱۔ اعصابی اور عضلاتی کمزوری۔
۱۲۔ متوازن خوراک کا مہیا نہ ہونا۔ ۱۳۔ خون کی کمی۔

علامات ۱۔ بسا اوقات تندرستی کی حالت میں جسم کا کوئی حصہ سن ہو جاتا ہے۔
۲۔ جسم کا کوئی حصہ پھڑکتا ہے یا جاگنے کے بعد سرد معلوم ہوتا ہے۔ ۳۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جا تا ہے۔
۴۔ زبان میں لکنت آجانا۔
۵۔ بسا اوقات چکنے کے بعد آناً فاناً فالج ہو جاتا ہے۔
۶۔ مریض صبح کے وقت اٹھتا ہے تو سردی کی شکایت کرتا ہے اور ساتھ ہی ایک یا دو الٹیاں اور چکر آتے ہیں۔
۷۔ مریض کے ہوش وحواس میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔
۸۔ بغیر سہارے چلنا، پھرنا، اٹھنا اور بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے۔
۹۔ مسوڑھوں کے کناروں پر نیلی لکیریں بن جاتی ہیں اور آنکھوں کے گرد چنگاریاں اڑتی ہیں۔

چہرے کا فالج (لقوہ) ۱۔ چہرہ کے فالج (لقوہ) میں چہرے کے ایک طرف کے تمام عضلات ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔
۲۔ ایک آنکھ کھلی رہتی ہے۔مریض پھونک نہیں مار سکتا۔
۳۔ سیٹی نہیں بجا سکتا۔ ۴۔ منہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔
۵۔ رال بہتی ہے۔
۶۔ ہنسنے اور رونے کی حالت میں منہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔

فالج کے اثرات ہر مرض انسانی جسم پر اپنی نوعیت کے اثرات مرتب کرتا ہے تاہم فالج کی صورت میں تمام امور اس کی قسم کے تابع ہوتے ہیں یعنی یہ فالج کی قسم پر منحصر ہے کہ دماغ کا کون سا حصہ متاثر ہوتا ہے، دماغ کو کس حد تک نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
۱۔ اگر دماغ میں کسی طرح کی چوٹ لگ جائے تو بولنے اور گفتگو کو سمجھنے کی قوت بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے۔
۲۔ مریض کے رویوں اور سمجھ بوجھ کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔
۳۔ حافظہ اور جذبات متاثر ہوتے ہیں۔
۴۔ فالج کے مریض کا موڈ اچانک بدل جاتا ہے۔
۵۔ انسان بغیر کسی وجہ کے ہنستا رہتا ہے۔
۶۔ چلنے پھرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔
۷۔ فالج کے مریض کی ایک طرف دیکھنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔ ۸۔ فالج زدہ مریض کو دوسرے افراد تک اپنی بات پہنچانے میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
۹۔ مریض کا چبانا اور نگلنا مشکل ہو جاتا ہے۔
۱۰۔ فالج کا مریض کام کاج نہیں کر سکتا۔
۱۱۔ مریض کسی بھی کام کو کرنے کی ترکیب بھول جاتا ہے اور ان کاموں کو بھی نہیں کر سکتا جو اس نے پہلے کئی دفعہ کئے ہوئے ہوں۔

احتیاط فالج کے مریض کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔فالج کے مریض کیلئے درج ذیل اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔
۱۔ فالج کے مریض کو بستر پر لٹائے رکھیں۔
۲۔ مریض کو گرم کپڑے پہنائیں اور ٹھنڈ سے محفوظ رکھیں۔
۳۔ موسم سرما میں کمرے میں ہیٹر کا اہتمام کریں۔
۴۔ خون میں کولیسٹرول لیول باقاعدگی سے چیک کروائیں۔
۵۔ مرغن غذاؤں، تلی ہوئی اشیاء سے پرہیز کریں۔
۶۔ بلڈ پریشر زیادہ ہونے کی صورت میں اسے کنٹرول کریں۔
۷۔ روز مرہ کی خوراک میں نمک اور لال مرچوں کا استعمال کم کر دیں۔
۸۔ صبح وشام پیدل چلنا مریض کے معمولات میں شامل کریں۔
۹۔ شوگر ہونے کی صورت میں اسے کنٹرول کریں۔
۱۰۔ گھی کی جگہ آئل کا استعمال کریں۔
۱۱۔ مچھلی، چوزے، تیتر، بٹیر اور کبوتر کا گوشت حسب کیفیت استعمال کرائیں کیونکہ چھوٹے سے چھوٹے جانور کا گوشت خلط کو رقیق کرتا ہے۔
۱۲۔ ایک بوتل عرق گاؤزبان میں 50 گرام شہد ملا کر دن میں تین بار استعمال کروائیں۔
۱۳۔ حب سنگ ملٹی منرل کیپسول صبح وشام کھانے کے بعد استعمال کریں۔ ۱۴۔ کالے چنے کا چھلکا رات کو پانی میں بھگو دیں۔ صبح پانی نتھار کر استعمال کریں۔
۱۵۔ گائے کا گھی ایک کلو لہسن ایک کلو شہد ایک کلو۔

طریقہ تیاری: لہسن گائے کے گھی میں فرائی کر لیں جب اس کا رنگ ہلکا بھورا (براؤن) ہو جائے تو اس کو اتار کر گندم کی بوری میں 10 دن تک رکھ چھوڑیں۔ 10 دن بعد نکال کر کوٹ لیں۔

طریقہ استعمال: فرائی شدہ لہسن ایک چمچ شہد ایک چمچ صبح وشام استعمال کریں۔

☆☆☆☆☆

چھتیسویں سالانہ اسلامی دعوت کانفرنس، برمنگھم

رپورٹ:۔ جناب ابوحذیفہ فیروزپوری

مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے زیراہتمام چھتیسویں سالانہ عظیم الشان اسلامی دعوت کانفرنس نہایت تزک واحتشام اور حسب سابق جماعتی وقار کے ساتھ مرکز اہل حدیث گرین لین مسجد میں منعقد ہوئی۔کانفرنس میں جہاں جماعت کے ممتاز راہنما اور عالمی سکالرز شریک ہوئے وہاں مسجد نبوی مدینہ منورہ کے امام فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر کی خصوصی آمد نے چار چاند لگا دیئے۔شیخ صلاح البدیر نے نماز مغرب کی امامت فرمائی اور برطانوی مسلمانوں کو اتباع قرآن وسنت وعقیدہ توحید پر پختگی کے تاریخی خطاب سے نوازا۔

کانفرنس کی پہلی نشست کا آغاز گیارہ بجے مدرسہ سلفیہ کے طلبہ حماد عبدالہادی، ابوبکر، عبدالرافع کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔مولانا عبدالستار عاصم قصوری نے نظم پیش کی۔ناظم تبلیغ حافظ حبیب الرحمٰن حبیب نے کانفرنس کے ابتدائی کلمات ادا کرتے ہوئے تمام حاضرین کو اھلا وسھلا کہا اور کانفرنس کے موضوع و انعقاد سے متعلق حاضرین کو آگاہ کیا۔

☆ نیو کاسل کے خطیب مولانا عبدالباسط العمری نے اپنے خطاب میں دعوت دین اور اس کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے مساجد میں تقاریر اور غیرمسلموں کے سامنے اسلام کی دعوت کے نبوی طریقہ کار پر مختصر اور جامع خطاب کیا اور نوجوان نسل پر زور دیا کہ وہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں۔

☆ ڈڈلی برا کے خطیب شیخ واجد ملک نے اپنے خطاب میں نوجوانوں پر زور دیا کہ وہ علم کے حصول کیلئے محنت کریں، دین کا علم چند کتابیں یا چند فتووں کے ساتھ نہیں آتا بلکہ جید علمائے کرام کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے سے آتا ہے۔

☆ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث بلوچستان مولانا علی محمد ابوتراب نے اپنے خطاب میں بلوچستان میں جماعت اہل حدیث کی دینی اور رفاہی سرگرمیوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا، انہوں نے بلوچستان میں امن وامان کیلئے ہونے والی کوششوں میں جماعت کے کردار کو اہم قرار دیا۔انہوں نے پاکستان میں پیغام ٹی وی کی نشریات اور دنیا کے مختلف ممالک میں ہونے والے اس کے اثرات کو بھی واضح کرتے ہوئے بتایا کہ اس کے ذریعے جماعتی سرگرمیاں اور قرآن وسنت کی تعلیمات کی نشر و اشاعت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔مولانا علی محمد ابوتراب نے برطانوی جمعیت کے ادارہ اسلامک ویلفیئر ٹرسٹ کی طرف سے تعاون پر برطانیہ کے احباب کا شکریہ ادا کیا۔

☆ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے نائب امیر علامہ زبیر احمد ظہیر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج ملت اسلامیہ کو فرقہ واریت کے ذریعے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جا رہا ہے، مسلمان فرقوں میں بٹ کر تقسیم ہو رہے ہیں، غلبہ اسلام کے راستے میں بھی بڑی رکاوٹ فرقہ واریت ہی ہے، اس لئے تمام مسلمان فرقہ واریت کے لیبل کو توڑ ڈالیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول کو حرز جاں مان کر خالص دین کی طرف لوٹ آئیں جو ہمیں صرف نبی اور صحابہ کی زندگیوں سے ملتا ہے۔تمام اہل اسلام اپنے اپنے طریقے چھوڑ کر عرش والے اور مدینے والے راستے کی طرف لوٹ آئیں، اسی میں نجات ہے۔قطر سے آئے ہوئے مہمان حافظ ابوبکر نے بھی مختصر خطاب کیا۔

پہلی نشست کا اختتام مانچسٹر کے خطیب حافظ محمود الرحمٰن مکی نے اپنے مختصر خطاب سے کیا اور اجتماع میں شریک تمام حاضرین و علمائے کرام کا شکریہ ادا کیا۔

نماز ظہر اور کھانے کے وقفہ کے بعد دوسری نشست کا آغاز گرین لین مسجد کے امام قاری ذکاء اللہ سلیم کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا، ڈاکٹر عبدالرب ثاقب، مولانا عبدالستار عاصم نے نظمیں پیش کیں۔

☆ آسٹریلیا کے ممتاز نوجوان سکالر اور اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن کے صدر برادر وسیم رضوی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج تمام مذاہب کے ماننے والے یہ جانتے ہیں کہ اصل دین وہ اسلام ہی ہے کیونکہ ہر مذہب کی کتب میں جس نجات دہندہ کا ذکر ہے اس کی تعلیمات پر عمل سے ہی امن وسکون مل سکتا ہے اور وہ تمام نشانیاں صرف سرور کائنات کی سیرت سے ہی ہمیں ملتی ہیں۔انہوں نے مختلف مذاہب کی کتابوں کے حوالوں سے حاضرین کو آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ محمد ﷺ ہی وہ شخصیت ہیں جن کو ماننا ہر مذہب کے پیروکاروں پر ضروری ہے۔

☆ اسلامی شریعہ کونسل لندن کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر صہیب حسن نے خطاب کرتے ہوئے برطانوی معاشرہ میں میڈیا کے پروپیگنڈے کا ذکر کیا اور کہا کہ اسلامی تعلیمات جو انسانیت کو امن وسکون اور حقوق انسانی کا درس دیتی ہیں، خاندانی نظام کی تقویت کا باعث بنتی ہیں، معاشرے میں رواداری کو فروغ دیتی ہیں۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی نے دعوت دین اور حکمت کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مختلف معاشروں کی کشمکش اور مکالمہ بین المذاہب کے عالمی تناظر میں اسلامی دعوت اور اس میں حکمت ودانائی پر مبنی اصول وطریق دعوت کی ضرورت بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے۔امن وامان کی متلاشی انسانیت تک اسلام کا پیغام امن پہنچانے کیلئے حالات سے ہم آہنگ حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

☆ بھارت کے ممتاز سکالر اور شارجہ کے خطیب، مولانا ظفر الحسن مدنی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دعوت توحید ہی انبیاء کی دعوت تھی۔انبیاء کرام کا اپنی قوم سے اختلاف اسی عقیدہ کی وجہ سے ہی ہوا تھا، اگر آج مسلمان کا عقیدہ توحید وہی ہو جائے جس کی طرف رسول کریم نے دعوت دی تھی تو کوئی شعبدہ باز یا دین کے نام پر فریب دینے والا کسی مسلمان کو گمراہ نہیں کر سکتا۔

☆ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے امیر سینیٹر پروفیسر ساجد میر نے اپنے خطاب میں کہا کہ آج تمام اہل اسلام اپنے مثالی کردار کے ذریعے اسلام کے بہترین سفیر بن سکتے ہیں، آج کا مسلمان انتہا پسندی، دہشت گردی اور میڈیا وار سے متاثر ہو کر اسلام کی دعوت دینے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے حالانکہ اسلامی تعلیمات کو جب اخلاق وکردار سے پیش کیا جائے تو وہ اپنے اندر بے پناہ قوت رکھتی ہیں کیونکہ اسلام ہی دین فطرت ہے جو انسانوں کے مزاج سے مطابقت رکھتا ہے اور انسانی حقوق کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔یورپ کے مسلمان اسلام کے بہترین داعی ہیں، انہیں خود بھی مسلمان رہنا ہے اور آئندہ نسلوں تک اسلامی تعلیمات کو بہترین وراثت کے طور پر بھی چھوڑنا ہے۔

☆ مسجد نبوی مدینہ منورہ کے امام شیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ جیسے ہی ہال میں تشریف لائے حاضرین اور جماعتی اکابرین نے ان کا بھرپور استقبال کیا اور انہیں اھلا وسھلا ومرحبا کہا، امام حفظہ اللہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی علمی شخصیت اور کورٹ آف اپیل کے جج فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمد البشار بھی تھے، امام حفظہ اللہ کے خطاب سے قبل خیر مقدمی کلمات مولانا شعیب احمد میرپوری نے بیان کئے اور انہیں خطاب کی دعوت دی۔

مسجد نبوی کے امام شیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ نے اپنے تاریخی خطاب میں اسلامی دعوت کانفرنس میں شرکت کی دعوت دینے پر مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے امیر مولانا عبدالہادی العمری اور ناظم اعلیٰ مولانا شعیب احمد میرپوری کا شکریہ ادا کیا اور سینیٹر پروفیسر ساجد میر صاحب کے ساتھ گہری محبت ومودت کا اظہار کیا۔انہوں نے مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کی دینی، دعوتی اور تعلیمی سرگرمیوں کو سراہا اور کانفرنس کے انعقاد پر انہیں مبارکباد پیش کی۔شیخ صلاح البدیر نے کانفرنس کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا، اہل ایمان کا شیوہ ہے کہ وہ قرآن وسنت سے اپنی وابستگی رکھتے ہیں۔علم شرعی کو حاصل

کرتے ہیں اور سنت و حکمت اور دانائی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کی مشیت کے بغیر دنیا میں کچھ نہیں ہوسکتا۔ ہمیں چاہئے کہ توحید و سنت کا علم حاصل کریں، قرآن تعلیمات سے اپنے دل میں محبت پیدا کریں اور پھر سنت کے مطابق اپنی زندگی بنائیں کیونکہ دانائی و حکمت سنت کو سمجھنے سے آتی ہے، دین کی بنیادی تعلیمات کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

امام مسجد نبوی نے برطانوی مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ اتحاد و اتفاق اور یکجہتی کے ساتھ رہیں، معمولی مسائل پر کفر کے فتوے لگانے سے پرہیز کریں ہر مسلمان جو اللہ کی توحید کا اقرار کرتا ہے اور ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان کو تسلیم کرتا ہے وہ ہمارا مسلمان بھائی ہے اور باقی معاملات اللہ کے سپرد ہیں، ہمیں امت کو افتراق و اختلاف سے بچانا ہے۔

امام حفظہ اللہ کے خطاب کے فوراً بعد ایک پولش غیر مسلم نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، امام حفظہ اللہ نے اس کو کلمہ شہادت پڑھایا جس پر تمام ہال تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا۔

امام مسجد نبوی کے خطاب کا اردو ترجمہ مولانا عبدالہادی العمری اور انگلش زبان میں سعودیہ ایمبیسی کے کلچرل اتاشی ڈاکٹر احمد سلیمان الترکستانی نے کیا۔ میڈیا سیکرٹری شفیق الرحمن شاہین نے میڈیا کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا۔ کانفرنس میں مصر و شام، مقبوضہ کشمیر اور برما کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی مذمت میں قرارداد مولانا محمد ابراہیم میرپوری نے پیش کی جبکہ برطانیہ میں چائلڈ سیکس گرومنگ، رویت ہلال، مروجہ حلالہ کی مذمت، حجاب کے مسئلہ پر قرارداد مولانا شیر خان جمیل احمد العمری نے پیش کی۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا حبیب الرحمن جہلمی اور شفیق الرحمن شاہین نے انجام دیئے۔ کانفرنس کا مشترکہ اعلامیہ بھی جاری کیا گیا۔ جسے تمام اخبارات نے تفصیل کے ساتھ شائع کیا۔ کانفرنس میں برطانیہ بھر سے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ ہالینڈ اور دوسرے یورپی ممالک سے بھی احباب شریک ہوئے۔ الیکٹرک و پرنٹ میڈیا پر کانفرنس کی رپورٹس کو خصوصی کوریج دی گئی۔ جیو نیوز، اے آر وائی، سما ٹی وی، دنیا نیوز پر کانفرنس کی نیوز ہیڈ لائن کے طور پر اور امام مسجد نبوی کا خطاب دکھایا گیا۔

اسلامی دعوت کانفرنس کے کامیاب انعقاد میں جمعیت کے شعبہ دعوت و تبلیغ، جماعتی ذمہ داران، علمائے کرام اور گرین لین مسجد انتظامیہ اور برمنگھم کے احباب نے بھرپور تعاون کیا۔ امیر محترم، ناظم اعلیٰ اور ناظم دعوت و تبلیغ نے رابطہ مہم اور تمام انتظامات کی بہترین نگرانی کی۔ ناظم تبلیغ حافظ حبیب الرحمن علمائے کرام اور ذمہ داروں کے ساتھ ہمہ وقت رابطے میں رہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

اولڈہم، برطانیہ میں عظیم الشان مسجد کے سنگ بنیاد کی باوقار تقریب

امام مسجد نبوی فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر کی خصوصی شرکت

مرکزی جمعیت اہل حدیث اولڈہم کے زیر انتظام راس سٹریٹ اولڈہم میں موجود مسجد اپنی دعوتی، تعلیمی، تربیتی اور خواتین کے پروگرامز کے حوالہ سے لنکاشائر میں اپنا خاص مقام رکھتی ہے لیکن گزشتہ چند سال سے نمازیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور مختلف پروگرامز کیلئے ناکافی ثابت ہو رہی تھی۔ چنانچہ احباب جمعیت کے مشورے اور مستقبل کے اہداف کو سامنے رکھتے ہوئے مسجد کے سامنے پارک اور کار پارکنگ کو اکٹھا کرکے وہیں ایک عظیم الشان سنٹر بنانے کا منصوبہ بنایا گیا جس میں قریباً پندرہ سو مردوں اور پانچ سو خواتین کیلئے عبادات کی ادائیگی کا معقول انتظام ہوگا، وہیں مسجد میں نوجوانوں کیلئے سٹڈی سنٹر، کانفرنس ہال اور خواتین کیلئے کلاسز کا اہتمام کیا جائے گا۔ انہی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے نئی مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں سنگ بنیاد رکھنے کے لئے مسجد نبوی کے امام و خطیب شیخ صلاح البدیر 18 اکتوبر کو تشریف لائے۔ امام مسجد نبوی کی آمد پر ان کا استقبال مولانا شفیق الرحمن شاہین، چوہدری محمد مقصود، محمد حفیظ قاضی، راشد بشیر، اقبال بھٹی، منشاء یوسف، یٰسین یعقوب اور جمعیت کے راہنماؤں نے کیا اور امام شیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ نے سنگ بنیاد کا فریضہ انجام دیتے ہوئے پہلی اینٹ لگائی جبکہ ان کے ہمراہ وفد میں شریک دیگر شیوخ نے بھی اینٹ لگا کر اس بابرکت پروگرام میں اپنا حصہ ڈالا۔ بعد ازاں امام حفظہ اللہ نے نماز ظہر کی امامت فرمائی اور نماز کے بعد حاضرین سے خطاب کیا۔ امام حفظہ اللہ نے جہاں مساجد کی تعمیر اور مسجد کو آباد کرنے کی فضیلت سے حاضرین کو آگاہ کیا، وہیں انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کی تعلیم و ترویج تشدد یا انتہا پسندی سے نہیں بلکہ حسن خلق سے ہوئی، برطانیہ کے معاشرتی ماحول اور مقامی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے داعیان کرام اللہ کی توحید اور دین حق کی تعلیمات کو عام کریں۔ اسلام غلو یا کٹھن کا دین نہیں بلکہ ایک بہترین زندگی کی نوید سنانے والا اور محبت و آشتی کا راستہ ہے، جس کا ہر رخ امن و سلامتی سے وابستہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ برطانیہ کے ماحول میں مساجد کی تعمیر یقیناً ایک بہترین عمل ہے لیکن مساجد کو آباد رکھنا اور نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کرنا منتظمین کیلئے بہت ضروری ہے، مسجد سے تعلق مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ نبی ﷺ کی سیرت کے یہ زریں گوشے ہیں کہ آپ نے مسجد کے تعمیری عمل میں خود حصہ لیا، صفائی کرنے والوں کی تعریف کی، مسجد کے دروازے کو ہر خاص و عام، مسلم و غیر مسلم کیلئے کھول دیا۔ چنانچہ برطانوی مسلمان اس سنٹر کی تعمیر میں بھرپور حصہ لیں اور نوجوان نسل کو مسجد کی طرف راغب کیلئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے یہاں تعلیمی، تربیتی اور تعمیری سرگرمیوں کا آغاز کریں۔ امام مسجد نبوی کے خطاب کا انگلش میں ترجمہ ممتاز سکالر شیخ احمد سیف الدین ترکستانی نے کیا۔ امام مسجد نبوی کے خطاب سے قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے راہنما اور ترجمان مولانا شفیق الرحمن شاہین نے لنکاشائر کی مسلم کمیونٹی کی طرف سے انہیں خوش آمدید کہا اور سنگ بنیاد کی اس تقریب میں شرکت کیلئے خاص طور پر آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ امام مسجد نبوی کے ہمراہ مدینہ منورہ کی کورٹ آف اپیل کے سینئر جج شیخ محمد بشار اور سعودی سفارت خانے کے اہم افراد اور ناظم اعلیٰ مولانا شعیب احمد میرپوری بھی موجود تھے۔ سنگ بنیاد کی اس تقریب میں لارڈ میئر مانچسٹر نعیم الحسن، پولیس کمشنر، امیدوار ممبر یورپین پارلیمنٹ افضل خان، پاکستانی قونصلر، آسٹریلیا کے ممتاز مذہبی راہنما برادر وسیم رضوی، پاکستان سے علامہ زبیر احمد ظہیر، شارجہ سے ممتاز عالم دین اور پیس ٹی وی کے داعی شیخ ظفر الحسن مدنی، حافظ حمود الرحمن شرقپوری، حافظ عطاء الرحمن اور دیگر علمائے کرام سمیت اکابرین اور کمیونٹی لیڈرز کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی، نظامت کے فرائض قاری ذکاء اللہ سلیم نے اردو اور انگلش میں ادا کئے۔ تقریب کی کوریج کیلئے اردو اور انگلش کی بڑی تعداد بھی موجود رہی۔ تقریب کے اختتام پر امام مسجد نبوی شیخ صلاح البدیر کے اعزاز میں مولانا شفیق الرحمن شاہین نے اپنی رہائش گاہ پر ظہرانہ دیا۔

رپورٹ:۔ حافظ عطاء الرحمن، مدیر مدرسہ سلفیہ اولڈہم



بلوچستان میں رفاہی سرگرمیاں

زلزلہ زدہ علاقوں کے دورے کے بعد مرکزی جمعیت اہلحدیث بلوچستان دکھی انسانیت کی خدمت میں پیش پیش ہے۔ الحمدللہ ضلع خضدار خاران، تربت اور کوئٹہ سمیت سلفی ساتھی بڑھ چڑھ کر خدمت میں مصروف ہیں۔ خلیج سے جو تعاون ہو رہا ہے بلوچ بھائیوں کیلئے ایک اعزاز ہے اور ساتھ ساتھ ضلع اداران میں دعوت قرآن و سنت کے کام بھی سرانجام دینا ہیں۔ بلوچستان صوبہ جو کہ عرصہ سے آفت زدہ ہے، میں کام کی ضرورت ہے تاکہ بلوچوں کے احساس محرومی کا مداوا ہوسکے۔ خوشی کی بات ہے کہ بہت سے اضلاع میں مساجد بن چکی ہیں لیکن احباب سے رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے دعوتی کام سست ہے، لہٰذا مرکزی جمعیت اہل حدیث بلوچستان کو اس طرف توجہ دینا چاہیے۔

حاجی محمد اقبال جنرل سیکرٹری مرکزی جمعیت اہلحدیث ضلع خاران

اخبار الجماعۃ

چمن میں تقریری مقابلہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث چمن و یونٹ یوتھ فورس ضلع قلعہ عبداللہ کے زیر اہتمام چمن شہیر کلی توحید آباد جامعہ عثمان بن عفان میں ایک تقریری مقابلہ ہوا جس میں چمن شہر کے تمام معززین نے شرکت کی۔ مقابلہ میں چمن شہر کے تمام بڑے سکولوں کے طلباء نے شرکت کی۔ ہر سکول سے دو، دو طلباء نے تقریری مقابلہ میں حصہ لیا۔ تقریب کے مہمان خصوصی عبدالصمد خان اچکزئی اور امجد خان ایڈووکیٹ تھے۔ تقریری مقابلے میں عثمان بن عفان نے پہلی پوزیشن، یونیورسل پبلک سکول نے دوسری اور پرائمروز پبلک سکول چمن نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ مہمان خصوصی عبدالصمد خان اچکزئی نے طلباء میں انعامات تقسیم کیے۔

تقریب کے شرکاء نے حاجی حمد اللہ سلفی، گلاب الدین، سراج الدین اور احسان اللہ سلفی کی کوششوں کو خراج تحسین پیش کیا۔

ناظم جامعہ عثمان بن عفان چمن بلوچستان

توحید وسنت کانفرنس

مرکزی جمعیت اہلحدیث ضلع راولپنڈی کے زیر اہتمام حمید شادی ہال سید پور روڈ راولپنڈی میں کانفرنس 8 نومبر بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب منعقد ہوگی جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع راولپنڈی کے امیر سید عتیق الرحمٰن شاہ محمدی، پروفیسر ڈاکٹر سید طالب الرحمٰن شاہ، پروفیسر ڈاکٹر سید طیب الرحمٰن زیدی، مولانا ابوحفص طاہر کلیم، چوہدری محمد یونس، سردار بشیر، مولانا اکرم شاکر و دیگر علمائے کرام خطاب فرمائیں گے۔

الداعی الی الخیر مرکزی جمعیت و اہل حدیث یوتھ فورس ضلع راولپنڈی

تنظیمی دورہ

مرکزی جمعیت اہلحدیث راوی ٹاؤن لاہور کے ناظم تبلیغ مولانا پیر محمد مشتاق گل نے راوی ٹاؤن کا دورہ کیا اور لوگوں کو ضلعی اہلحدیث کانفرنس 9 نومبر بروز ہفتہ بعد نماز مغرب تا رات گئے تک لوگوں کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔

منجانب:۔ شیخ محمد یوسف رکن مرکزی جمعیت اہلحدیث راوی ٹاؤن لاہور

تصحیح

گزشتہ شمارہ نمبر 42 کے سرورق پر اطیعوا اللہ لکھنے میں غلطی ہوگئی جس پر ہم اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

۷ اویں سالانہ دعوت اہل حدیث کانفرنس

بتاریخ 11 نومبر 2013ء بروز سوموار بعد نماز عشاء

بمقام:۔ مرکزی جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث ستراہ (سیالکوٹ)

زیر صدارت:۔ مولانا مفتی کفایت اللہ شاکر صاحب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث سیالکوٹ۔

مقررین:۔ مولانا قاری محمد حنیف ربانی صاحب، مولانا پروفیسر حافظ عبدالجبار شاکر صاحب، حضرت مولانا حافظ عمر صدیق صاحب (گوجرانوالہ)، حضرت مولانا قاری محمد اصغر ربانی صاحب (خطیب مسجد ہذا) خطابات فرمائیں گے۔

منجانب:۔ (مولانا) محمد یونس مہتمم جامع مسجد ہذا

مرکزی جمعیت اہلحدیث ضلع ٹانک کا انتخابی اجلاس

6 جون 2013ء بروز منگل اجلاس کی کاروائی زیر صدارت ڈاکٹر محمد ذاکر شاہ صاحب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث صوبہ خیبر پی کے شروع ہوئی۔ حافظ رضوان اللہ نے تلاوت قرآن پاک کی سعادت حاصل کی۔ ضلع ٹانک کا اجلاس جامع مسجد ابن عباسؓ میں منعقد ہوا۔ جس میں جماعتی احباب نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور متفقہ طور پر مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

امیر:۔ قاری عزیز اللہ صاحب اخون خیل

ناظم:۔ حاجی شیخ عنایت اللہ نائب خیل

ناظم مالیات:۔ حاجی نذیر الدین صاحب

دعاء خیر پر اجلاس برخواست ہوا۔

منجانب:۔ قاری عزیز اللہ امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث ضلع ٹانک

0332-7232440

اہل حق کی طرف سے قادیانی غنڈہ گردی کا جواب

گزشتہ ہفتے چناب نگر (ربوہ) میں قادیانیوں نے مسلمانوں پر غنڈہ گردی اور بدمعاشی کی کوشش کی۔ غریب پہاڑی مزدور مسلمانوں کا سرکاری راستہ بھی روکا اور زدوکوب کرنے کی کوشش کی جس پر مقامی مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ قادیانی چونکہ اپنا عالمی ہیڈکوارٹر ہونے کی وجہ سے غرور میں رہتے ہیں۔ لہٰذا اس دفعہ ان کو منہ کی کھانا پڑی، اہل حق نے اس دفعہ الحمدللہ قادیانیوں کو بھگا دیا اور عدالت سے حکم امتناعی حاصل کرلیا اور قادیانی فلیٹوں کی تعمیر رکوا دی جس سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

منجانب:۔ مہر محمد طارق ڈاہر صدر A.Y.F ضلع چنیوٹ

اظہار تعزیت

گزشتہ دنوں باجوڑ ایجنسی گاؤں لھڈے میں ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت شاکر اللہ باجوڑی صدر اہلحدیث یوتھ فورس ضلع باجوڑ ایجنسی منعقد ہوا۔ اجلاس میں نصیر احمد عثمانی صاحب کی ناگہانی موت پر گہرے حزن وملال کا اظہار ہوا، دعاء مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

منجانب:۔ لقمان ہاشمی سیکرٹری نشرواشاعت A.Y.F ضلع باجوڑ ایجنسی

ضرورت رشتہ

☆ بچی تعلیم انڈر میٹرک عمر 22 سال قوم جٹ رہائش عمو کے ضلع شیخوپورہ کے لیے برسر روزگار ہم برادری لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رابطہ فون: 0334-9938805

☆ بچی تعلیم فاضل درس نظامی عمر 20 سال قوم رحمانی رہائش نارنگ منڈی تحصیل مریدکے اسی برادری کے عالم دین نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ قریبی اضلاع سے رابطہ کریں۔ 0301-6897239

مرکز اہل حدیث کسووال کا ایک احسن اقدام

مرکز اہل حدیث کسووال کی طرف سے "تحریک تحفظ مقدس اوراق" کے نام سے ایک تحریک کا آغاز کیا گیا ہے جس کا بنیادی مقصد لوگوں کو مقدس اوراق کے ادب اور تعلیم قرآن سے روشناس کروانا ہے۔ اس سلسلے میں 4 / اگست بروز جمعۃ المبارک 5 بجے شام ایک افتتاحی تقریب ہوئی جس میں طے ہوا کہ اس تحریک کے زیر انتظام پورے علاقے میں مقدس اوراق ڈالنے کے لیے بکس لگوائے جائیں گے۔

رپورٹ:۔ حافظ عزیز الرحمان سلفی، خادم مرکز اہل حدیث کسووال

مجلس علمی بدوملہی کا اجلاس

بدوملہی:۔ جامع مسجد رحمانیہ بدوملہی میں مجلس علمی بدوملہی کا ۲۹ ویں اجلاس منعقد ہوا۔ قاری محمد رفیق نے تلاوت کلام پاک کی سعادت حاصل کی۔ صلاح الدین ملہی نے نعت رسول مقبولؐ پڑھی۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض مجلس علمی بدوملہی کے مہتمم نذیر احمد اسد نے ادا کیے۔ مولانا محمد اکرم زاہد نے اپنے خطاب میں دنیاوی اور اخروی کامیابی کے لیے توحید پر عمل پیرا ہونے کو بنیادی اہمیت کا حامل عمل قرار دیا اور باطل نظام کے مقابلے میں اسلامی نظام اپنانے پر زور دیا۔

ضرورت رشتہ

لڑکا، نام: طاہر محمود ولد عبداللطیف

عمر: 25 سال قد: 5 فٹ 10 انچ

رنگ: گورا، مسلک: اہل حدیث

قوم:۔ شیخ / اوپل کاروباری (سپر سٹور) کے لئے اہل حدیث گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: شیخ طیب معاویہ 0333-4124172

truebookway@yahoo.com

Weekly AHL- E - HADITH
106, Ravi Road Lahore (54000)
Email: Weeklyahlehadith@yahoo.com
WEBSITE:www.ahlehadith.org/www.ahlehadith.com
CPL No 116
Head Office: 042-37729933
Fax: 042-37725525
Weekly Ahl-e- Hadith 042-37720257
Paigham Tv:042-37722876